اوم

SEPTEMBER 1977



R.s. 3.00



فہرست مضامین

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

ماہنامہ

اوم

بازار اجمیری گیٹ دہلی ۶

بابت ماہ ستمبر ۱۹۷۲ء

قیمت فی پرچہ ... -/3 روپے
سالانہ چندہ ... -/28 روپے
وی۔ پی منگوانے پر ... -/۱۲ روپے زائد

اسی چندہ میں سالنامہ جنوری ۱۹۷۳ء "شانتی انک" قیمت دس روپے بھی بھیجا جائے گا

غیر ملک سے سالانہ چندہ:-
بذریعہ بحری ڈاک ۱۰۰ روپیہ
بذریعہ ہوائی ڈاک 200 روپے

چیف ایڈیٹر:- گورکھ ناتھ نندہ
ایڈیٹر:- برہمانند نندہ

شری برہمانند نندہ ایڈیٹر پرنٹر پبلیشر و مالک نے اعلیٰ پرنٹنگ پریس گلی سوداگران بلیماران دلی سے چھپوا کر رسالہ "اوم" مکان نمبر 4082 بازار اجمیری گیٹ دہلی-6 سے شائع کیا۔

آتم ــ اور ــ برہم

از قلم شری ۱۰۸ سوامی گوبند آنند جی مہاراج

نہیں اب وقت سونے کا سوئے دل کو جگا دینا
نہ جاگے اس طرح گر وہ تو جھٹ کر اسکے کانوں میں
ہے آتم اور برہم ایکو نہیں اس میں فرق کچھ بھی
ہے دنیا کھیل جادو کا کہو یا خواب ہی اس کو
نمود اس کی خیالوں پر حقیقت میں نہیں کچھ بھی
سرب درشٹا سرب آدھار سب سے پرے جو چیتن
اسی میں جیو ایشور کی کلپناں ہے پڑی ہوتی
ہمہ کا لفظ بھی جس بن نہیں رکھتا حقیقت کچھ

جو لیٹا گود غفلت میں وہاں سے اب اٹھا دینا
ڈھنڈورہ چاروید وں کا یہ تشریحاً سنا دینا
بمعہ معنی و مطلب کے یقین اس پر کرا دینا
اگر کچھ شک ہو اس میں تو جگتی سے مٹا دینا
سکھوپتی میں کہاں بھاسے ہے یہی یہ جتا دینا
وہی آنند گھن و یاپک وہی آتم لکھا دینا
وہی پراکرت ہو بھاسے ہمہ وہ ہے بتا دینا
وہی وہ ہے ہمہ فرضی مفصل یہ سمجھا دینا

کہاں دوئی کہاں وحدت کہاں اصلی کہاں نقلی
ہے کیول ایک ہی گوبند سبق آخر پڑھا دینا

شنکا سمادھان

اہنگرہ اُپاسنا

پرشن:- "اہم برہم اسمی" جو کہ ویدانت کا چوتھا مہا واکیہ ہے۔ اس کو کہنے والا کون ہے؟ برہم خود تو شبد سے پرے ہے۔ آتما میں تو کوئی شبد ہے ہی نہیں۔ من بدھی۔ چت اور اہنکار بھی برہم نہیں ہیں۔ اس لئے وہ ایسا کہہ نہیں سکتے۔ اگر کہیں کہ یہ بھی برہم سے ہی اُپجے ہیں اس لئے برہم ہی ہیں۔ تو بھی یہ پرشن اٹھتا ہے کہ یہ تو ناش وان ہیں۔ برہم تو اویناشی ہے۔ یہ اپنے آپ کو برہم کی اُپادھی کیسے دے سکتے ہیں۔ آتما ان سب سے پرے ہے۔ اس کا مختصر سا جواب دے کر کرتارتھ کریں۔ صرف اتنا جاننا ضروری ہے کہ اس مہا واکیہ کا اُچارن کون کرتا ہے۔

(شری راولہ صاحب کلکتہ)

اُتر:- جب "آتم گیان کا جگیاسو" اپنے ورن آشرم کے دھرموں کو شاستر آگیا نوسار کرتا ہُوا۔ ہون، یگیہ، سندھیا، اُپاسنا، گائتری اور نتیہ نیم کو مسلسل جاری رکھتا ہے اور وویک ویراگ اور کھٹ سمپتی نیز شبد سپرش رُوپ رس گندھ وغیرہ اندریوں کے وشیوں سے اپرام ہوکر۔ سنسار کو دکھ رُوپ اور استیہ سمجھتا ہُوا۔ مکتی کی سچی خواہش کو دامن گیر رکھ کر کسی شروتری برہم نشٹھ مہاتما کی شرن میں جاکر ان سے برہم گیان کا اُپدیش حاصل کرتا ہے۔ اور وہ اس کو وید کے مہا واکیہ سُناتے ہیں۔ "تت توم اسی" سچدانند برہم تو ہی ہے۔ "ایک آتما برہم" یہ آتما ہی برہم ہے۔ اور سروویاپک سچدانند برہم تم سے جُدا نہیں ہے۔ کیونکہ درشٹا (دیکھنے والا) آتما ست چت آنند پورن ایک ہی ہے۔ اور درِش جو دیکھنے میں آتی ہے وہ است جڑ دکھ رُوپ اور پریچھن ہے۔ جیسے سوپن کے پدارتھ سوپناوی پُرش سے علیحدہ نہیں ہیں۔ بلکہ اس کا اپنا ہی سنکلپ انیک رُوپ ہوکر بھاستا ہے۔ اسی طرح جاگرت اوستھا میں بھی وہی درشٹا اپنے ہی سنکلپ سے۔ درشیہ رُوپ سنسار معلوم ہوتا ہے۔ جب تو ایسا وچار کرے گا کہ

میں درشیہ نہیں ہوں۔ بلکہ اس کا ساکھشی ست چت آنند پورن ہوں۔ استھول دیہہ

کے دھرم، جنم مرن، بڑھنا گھٹنا، بیماری وغیرہ مجھ آتما میں نہیں ہیں، بھوک پیاس پرانوں کے سبب شریر میں ہوتی ہے، کام کرودھ، من کی برتیوں کے دھرم ہیں، میں ست چت آنند سروپ آتما ان دھرموں اور دھرمی دونوں کا ساکھشی ہوں۔ تمام درشیہ دھرمی اور دھرم متھیا اور استیہ ہیں اور ستا ان کی "میں ہی ہوں" جس کر کے نظر آتے ہیں اور سپنے کے پرپنچ کی طرح یہ سب میرا ہی سروپ ہے، میرے سے الگ کچھ نہیں، میں سبھاوک ست چت آنند پورن ہوں، میرے میں دویت کا نام ہی نہیں ہے!

جب ایسا سُن کر "جگیاسو" ایکانت میں وچار کرتا ہے۔ اور وچار کرتے کرتے درشی بھرم اُس کا دُور ہو جاتا ہے اور جیو ایشور اور مایا ان کے بھید ابھید سب کو کلپت (متھیا) پاتا ہوا۔ آپ کو ہی اُدتی پورن سب کی ستا اور گیان سروپ انوبھو کرتا ہے اور اپنی دھیان میں آپ کو سبھاوک استھت دیکھتا ہے۔ تو کیول پرمانند ادویت سروپ ہی ہوتا ہے۔ اور وہ پکار اٹھتا ہے "اہم برہم اسمی"۔ لیکن "اہم برہم اسمی" کا کہنا بھی دراصل اُپاسنا میں ہی شامل ہے۔ کیونکہ پورن گیان ہو جانے پر پھر کچھ کہنا سننا باقی نہیں رہ جاتا۔

اُپاسنا دو پرکار کی ہوتی ہے۔ پرتیک اور اہنگرہ۔ پرتیک اُپاسنا میں باہر کے پدارتھوں میں پدارتھ درشٹی اٹھا کر برہم کو دیکھنا ہوتا ہے۔

آہنگرہ اُپاسنا میں اپنے اندر جو "میں اور میرا" فرض کر رکھا ہے، اُس سے پلہ چھڑا کر (قطع تعلق ہو کر) برہم ہی برہم دیکھنا ہوتا ہے۔ اگر باہر کی دُنیا کو پہچان کر اور اُس میں ایشور فرض کیا جاوے تو وہ ایشور اُپاسنا نہیں بلکہ یہی بُت پرستی یا ساکار پوجا ہے۔

مہرشی ویاس جی نے برہم میمانسا درشن کے ادھیائے ۴ پاد ۱ سُوتر ۵ میں یوں تحریر فرمایا ہے۔

ब्रह्म दृष्टि रूत्कर्षात्-

یعنی باہری چیزوں (پرتیک) میں برہم درشٹی ہو۔ برہم میں پرتیک بھاؤنا مت کرو۔

آہنگرہ اُپاسنا کے متعلق یوں فرمایا ہے:-

आत्मेति तूपगच्छन्ति ग्राहयन्ति च

ब्रह्म मिमान्सा ४-१-३

برہم کو اپنا آتما (اپنا آپ) بار بار خیال کرو۔ وید کا بھی مت (مقصد) ہے اور یہی اپدیش ہے۔

ان دونوں قسم کی اُپاسناؤں میں مقصد اور مدعا ایک ہی ہے۔ وہ کیا؟

सर्वं खल्विदं ब्रह्म - छान्दोग्य ३-१-१४-१

یعنی شانت ہو کر اس ظاہری دنیا پر یہ خیال جمانا چاہیئے کہ "یہ سب برہم ہے" کیونکہ دُنیا اسی سے نشوونما پانی ہوئی۔ اسی میں حذف ہو جاتی ہے۔ نیز یہ بھی اصول ہے کہ جیسا انسان خیال کرتا ہے۔

ویسا ہی وہ ضرور ہو جاتا ہے۔ شری بھگوتی کا قول ہے ؂

स योह वै तत् परमं ब्रह्म वेद ब्रह्मैव भवति:

(मुंडक उप० ३-२)

جو اُس پر برہم کو جانتا ہے۔ وہ برہم ہی ہو جاتا ہے۔

برہم گیانی آپ پرمیشور۔ (گوربانی)

آہنگرہ اور پرتیک اُپاسنا دونوں میں نام رُوپ سنسار (بُت) کو ڈھانا لازمی ہوتا ہے۔ بنانا نہیں۔ آکاش وایو۔ اگنی۔ جل۔ پرتھوی۔ گویا سب کچھ برہم ہی ہے۔ پرتیما سے مورتی پن یعنی بُت سے خیال بُت اُڑ جاوے۔ چیتین سروپ بھگوان کی جھانکی ہو۔ استھول دیہہ سے نظر اٹھا کر آتما میں قائم کرنا۔ شریر میں "یہی میرا" کے ادھیاس کو ختم کرنے کے لئے ہی " آہنگرہ اُپاسنا" کی جاتی ہے۔ کلپت شریر کے ساتھ ہمارا اس قدر درڑھ ادھیاس ہو چکا ہے کہ ہم اپنے سروپ کو بھول کر اس ناشوان شریر کو ہی اپنا آپ سمجھ بیٹھے ہیں۔ اور یہ فرضی گانٹھ اس قدر مضبوط ہو گئی ہے کہ اس کا کھلنا محال نظر آتا ہے گویا ہم اپنے ہی خیال سے بندھے ہوئے ہیں۔ اس پر ایک کہاوت ہے :-

کسی پہاڑی علاقہ میں ایک کمہار اپنے لڑکے کے ساتھ دس بیس گدھوں پر بوجھ لاد کر ایک شہر سے دوسرے شہر جا رہا تھا۔ اس کے پاس ایک ہی لمبا رسہ تھا۔ جو کہ رات کے وقت تمام گدھوں کی ایک ایک ٹانگ پر باندھ دیتا تھا تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں۔ اتفاق سے وہ رسہ کہیں راستے میں گر گیا۔ اور جب رات کا سمے ہوا تو لڑکے نے باپ کو اطلاع دی کہ رسہ تو گم ہو گیا۔ اب کیا کریں؟ باپ نے کہا۔ کوئی بات نہیں میں ابھی انتظام کرتا ہوں۔ اُس نے سب گدھوں کو ایک لائن میں کھڑا کیا اور اپنے ہاتھ سے ہر ایک کی ٹانگ کو زور سے مروڑتا گیا۔ گدھوں نے سمجھا کہ وہ رسّے باندھے گئے ہیں۔ اور وہ اسی خیال سے تمام رات اپنی اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ اُن کو ایسا محسوس ہوا کہ مالک نے اُن کو رسّہ سے باندھ رکھا ہے۔ صبح ہوئی تو گدھے اپنی اپنی جگہ پر کھڑے رہے ہلے تک نہیں تب مالک نے پھر اسی طرح اپنے ہاتھوں سے اُن کی ٹانگ کو مروڑ دیا گویا کہ اس نے رسّہ کھول دیا ہے۔ جب گدھوں نے سمجھ لیا کہ رسّہ کھُل گیا ہے تب وہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔

یہ درشٹانت اگیانی منشوں پر بھی ٹھیک اُترتا ہے۔ اگیانی منش اپنی ہی خودی سے اپنے آپ کو بندھا سمجھ رہے ہیں۔ اور جب گورو اُن کی یہ گانٹھ کھول دیتا ہے۔ یعنی یہ اُپدیش کرتا ہے کہ تم شریر نہیں ہو۔ تم تو آتما (برہم) ہو۔ تو وہ کرت کرت ہو جاتے ہیں۔

اسی لئے سوامی رام تیرتھ جی مہاراج نے فرمایا کہ :-

خنجر کی کیا مجال کہ اک زخم کر سکے

تیرا ہی ہے خیال کہ گھائل ہوا ہے تو

"اہم برہمھ اسمی" کا ابھیاس "چدجڑ گرنتھی" یعنی شریر اور آتما کی فرضی گانٹھ کو کھولنے کے لئے ہے۔ اور اس کو ہی "اہنگرہ اُپاسنا" کہتے ہیں۔ یہ وید کا چہارم مہا واکیہ ہے جو کہ ہیں یجُروید کی برہدارینک اُپنشد سے ملتا ہے۔ اور سام وید کی چھاندوگیہ اُپنشد میں "تت توم اسی" مہا واکیہ ہے اور اتھرو وید کی منڈوکیہ اُپنشد میں "ایم آتما برہم" کا مہا واکیہ ہے۔

چوتھے مہا واکیہ "اہنگ برہم اسمی" سے ہی اپروکھش گیان ہو سکتا ہے، اس لئے اس کا پُورن شردھا سے ایکانت میں بیٹھ کر ابھیاس کرنا چاہیئے۔ اور ایسا ابھیاس تب تک کرتے رہنا چاہیئے جب تک کہ خود بخود وہی سروپ نہ ہو جائے۔ شریر کی اہنگتا ممتا کو مٹا کر اپنے ست چت آنند سرُوپ برہم میں استھت ہونا ہی مقصود ہے۔

کر ترک خودی کی عادت کو تو قطرے سے دریا بن جا

ہو محو ذرا اصلیت میں اور ذرّے سے صحرا بن جا

اُٹھ خدمت میں چل مُرشد کی تری ذات ہے پورن علم بھی ہے

تری کُن سے ہوئے ہیں جہاں پیدا تو چھوڑ خودی اور خدا بن جا

آد جگت گورو سوامی شنکر آچاریہ جی نے وویک چوڑامنی میں تحریر فرمایا ہے کہ:-

اگنی کے سنجوگ سے جیسے لوہا، کدال، تلوار، برتن انیک پرکار کے رُوپ دھارن کرتا ہے۔ اُسی پرکار آتما کے سنجوگ سے بُدھی، اندریاں آدی انیک پرکار سے پرکاشت ہوتی ہیں، یہ دویت پرپنچ اُس "بُدھی" کا ہی کاریہ ہے۔ اس لئے متھیا ہے، کیونکہ بھرم، سوپن اور منورتھ کے سمے اس کا متھیاپن سپشٹ دیکھا جاتا ہے، اہنکار سے لیکر دیہہ تک پرکرتی کے جتنے وکار اتھوا وشئے ہیں وہ سبھی چھن چھن میں بدلنے والے ہوتے ہیں اس لئے استھیہ ہیں۔ آتما تو کبھی نہیں بدلتا۔ وہ سدا ایک رس ہی رہتا ہے۔

جو "اہنگ" میں پد کی پرتیتی سے ظاہر ہے۔ وہ نتیہ آنند گھن پرماتما تو سدا ہی ادوتیہ، اکھنڈ چیتنیہ سرُوپ، بُدھی آدی کا ساکھشی، ست اور استت سے بھنّ۔ ہمارا اپنا آتما ہے، وِدوان پُرش اس پرکار ست اور استت کا وبھاجن کر کے اپنی گیان درشٹی سے تتّو کا نشچے کر کے اور اکھنڈ بودھ سرُوپ آتما کو جان کر استت

پدارتھوں سے مکت ہو کر شانتی کو پراپت کرتے ہیں۔

اگیان رُوپ ہردے کی گرنتھی (گانٹھ) کا سروتھا ناش تو تبھی ہوتا ہے جب نرو کلپ سمادھی دوارہ ادویت آتم سروپ کا ساکھشاتکار کر لیا جاتا ہے۔

ادویت اور نروکار پرماتما میں بدھی کے دوش سے "تو۔ میں۔ یہ" ایسی کلپنا ہوتی ہے اور وہی سمپورن وِکلپ، سمادھی میں وگھن ڈالتی ہے۔ لیکن تتو وستو (آتما) کا یتھاوت گرہن کرنے سے وہ سب لین ہو جاتا ہے۔ ایکاگر چت سے نرنتر ست سروپ برہم میں سنتھت رہنے سے نشچے برہم سروپ ہی ہو جاتا ہے۔ جیسے بھرمر کا ہی دھیان کرتے کرتے کیڑا بھرمر روپ ہی ہو جاتا ہے۔ پرماتم تتو اتی سوکھشم ہے۔ اُسے ستھول درشٹی سے کوئی کبھی پراپت نہیں کر سکتا۔ اس لئے اتی شدھ بدھی والے ست پرشوں کو اُسی ادویت سمادھی دوارا اتی سوکھشم برتی سے جاننا چاہیئے۔ جس سے رات دن کے نرنتر ابھیاس سے پری پکّ ہو کر "من" برہم میں لین ہو جاتا ہے۔ اُس سے ادویتیہ برہمانند رس کا انوبھو کرنے والی وہ نروکلپ سمادھی سوینگ ہی سدھ ہو جاتی ہے (وانی کو من میں لے کرو۔ من کو بدھی میں اور بدھی کو بدھی کے ساکھشی آتما میں تتھا بدھی ساکھشی (کوٹستھ) کو نروکلپ پورن برہم میں لے کر کے پرم شانتی کا انوبھو کرو۔

دیہہ۔ پران۔ اندریاں۔ من اور بدھی۔ ان اُپادھیوں میں سے جس جس کے ساتھ یوگی کی چت برتی کا سنجوگ ہوتا ہے۔ اُسی اسی بھاؤ کی اُس کو پراپتی ہوتی ہے۔ جب اُس منی کا چت ان سب اُپادھیوں سے نورت ہو جاتا ہے تو اُس کو پورن اُپرتی کا آنند صاف صاف پرتیت ہونے لگتا ہے۔ جس سے اُس کے چت میں سچدانند رس کی باڑھ آنے لگتی ہے۔

سب کے ساکھشی اور گیان سروپ آتما میں اپنے شدھ چت کو لگا کر آہستہ آہستہ نشچلتا پراپت کرتا ہوا انت میں سروتر اپنے ہی کو پری پورن دیکھے۔

برہما سے لے کر تنکے تک سب اُپادھیاں متھیا ہیں۔ اس لئے اپنے آپ کو سدا ایک روپ سے سنتھت پری پورن آتم سروپ (برہم) دیکھنا چاہیئے۔

स्वयं ब्रह्मा स्वयं विष्णुः स्वयमिन्द्रः स्वयं शिवः ।
स्वयं विश्वमिदं सर्वं स्वस्मादन्यन्न किञ्चन ॥ ३९०

سویم آتما ہی برہما، وہی وشنو وہی اندر وہی رُدر اور وہی یہ سارا وشو ہے۔ آتما سے بھن اور کچھ بھی نہیں ہے۔

"ہمہ اوست"۔ "سروم کھلو ِدم برہم"۔ سب برہم ہی برہم ہے۔

اس مل کے کوش (استھول دیہہ) میں آہنگ بدھی سے ہوئی آسکتی کو چھوڑو۔ اور اس کے بعد وایو روپ لنگ دیہہ (سوکھشم شریر) میں بھی اُس کا دڑھتا پوروک تیاگ کرو۔ تتھا جس کی کیرتی (مہما) کا

دید بگیان کہتے ہیں اُس آنند سروپ برہم کو ہی اپنا سروپ جان کر سدا برہم روپ سے ہی سمبتھ ہو کر رہو۔ یعنی "اہنگ برہم اسمی" کا ہی سدا چنتن کرکے جنم مرن کے چکر سے مکتی حاصل کرو۔

اُپاسنا کے دو رُوپ

شری سوامی رام تیرتھ جی کے لیکچر کا اختصار

(۱) اہم برہم اسمی (اناالحق)

ब्रह्म तं परादाद्यो ऽन्यत्रात्मनो ब्रह्म वेद

बृह० उप० २-४-६

برہدارنیک اُپنشد کے مندرجہ بالا منتر کا ارتھ ہے۔ کہ :۔

جو لوگوں کو ماسوائے ذات سمجھتا ہے۔ لوک اُس کو پرے پھینک دیتے ہیں۔ دیوتا اُس کو پرے ہٹا دیتے ہیں، جو دیوتاؤں کو ماسوائے حق سمجھتا ہے، دید اُس کو پرے کر دیتے ہیں، جو ویدوں کو ماسوائے حق سمجھتا ہے، ہر ایک شے اُسے چھوڑ دیتی ہے۔ جو ہر ایک شے کو غیر از ذات محسوس کرتا ہے، یہ برہمن پن، کھشتری پن، یہ لوک یہ دیو، یہ دید، یہ سب جاندار، لوگ اور سب اشیاء وہی ہیں جو کہ آتما یعنی ذاتِ حق ہے۔

بات بات میں رام دکھلاتا ہے کہ "میں ہی ہوں"۔ جگت ہے ہی نہیں۔ اگر جگت یعنی دنیا کی چیزیں ہیں تو صرف میری آنکھ کا محض اشارہ ہے۔ بھئی! سمادھی اور دل کی یکسوئی تو تب ہوگی۔ جب تمہاری طرف سے مال و دھن، بنگلے مکان پر گویا ہل پھر جائے۔ بیوی بچے دشمن دوست پر سہاگہ چل جائے سب صاف ہو جائے، رام ہی رام کا طوفان آ جائے۔ کوٹھے دالان بہا لے جائے۔ جانے کو کوئی جگہ نہیں رہی تو پھر من بھڑوے کو کہاں جانا ہے؟ سہج سمادھی ہے۔ جیسے کاگ جہاز کو سوجھت آور نہ ٹھور۔

اُپاسنا سادھن یا طریقہ ہے اور گیان سِدّھ اوستھا۔ اُپاسنا میں کوشش کے ساتھ اندر باہر برہم دیکھا جاتا ہے۔ گیان وہ ہے جہاں بغیر کوشش فطرتاً اندر تو روم روم سے "اہم برہم اسمی" (اناالحق) کے ڈھول دیگر تمام خیالات کو دبا دیں۔ اور باہر ذرہ ذرہ "تت توم اسی" (انت الحق) یعنی تو ہی حق ہے۔

کا آئینہ دکھاتا ہوا غیر بینی کو بھگا دے۔ یہ گیان ہی اصلی تیاگ ہے۔
انکشافِ ذات کے غلبہ سے نام و اشکال کا چھوڑنا ہی ترک ہے۔ جس ترک سے نجات حاصل ہو۔ وہی بزرگوں سے قابلِ تعظیم تسلیم کیا گیا ہے۔

جب تک انسان کے اندرونی دل (گویا ساتویں پردہ) میں رام کا ڈنکا نہیں بجتا تب تک اُسے نہ اُپاسنا ہی مزا دے گی نہ گیان۔ نہ وید کی سنگھتا کا ارتھ آئے گا۔ نہ اُپنشد کا۔

پہاڑ کی بلند ترین چوٹی پہ پکار کر رام سُناتا ہے۔ دُنیا کو سچ مان کر اُس میں کودتے ہو۔ دیہہ ابھیمان (جسمانیت) کی کیچڑ میں تم اپنے شُدھ سچدانند سروپ کو بھول کر بلاتے ہو۔ جل جاؤ گے۔ سقیہ کو جواب دیکر جھوٹے نام روپ میں کیوں دھکے کھاتے ہو۔ جن (سناری وشیوں) کو سفید ماکھن کا پیڑا سمجھے ہو۔ یہ تو چونے کے گولے ہیں۔ کھاؤ تو سہی۔ پھٹ جائیں گی انتڑیاں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ **"دُنیا کی چیزیں دھوکہ ہیں۔ ہوش میں آؤ۔ برھم ہی برھم ستیہ ہے"**

آپ بیتی کہوں یا جگ بیتی۔ جب کبھی بھولے سے کسی دُنیاوی شئے میں رغبت یا نفرت کا خیال جماتا ہوں۔ نفع نقصان۔ چھٹائی۔ بڑائی میں دل لگاتا ہوں۔ تندرستی (صحت جسمانی) وغیرہ کو بڑی بات گردانتا ہوں کسی آدمی کو لگانہ یا بیگانہ گنتا ہوں۔ کسی شئے آئندہ یا موجودہ کو سچ مانتا ہوں۔ اپنے آپ کو محدود جسم وغیرہ جانتا ہوں۔ یعنی ذاتِ پاک کو بھول کر جسم میں تم کر غیر بینی سے دیکھتا ہوں یا سوچتا ہوں تو ضرور بالضرور مصائب ثلاثہ (۱) ادھیاتمک (۲) ادھی بھوتک (۳) ادھی دیوک۔ تینوں تاپ (تمام تکلیفات) میں سے کوئی نہ کوئی آن گھیرتی ہے۔ جب جسم وغیرہ کے خواب کو پرے پھینک غیر بینی کو اُڑا کر آتم درشٹی (چشم رُوحانی) کھولتا ہوں تو دُنیا کے عناصر ایسے ہو جاتے ہیں جیسے کسی کے اپنے ہاتھ پیر، جس طرح چاہئے ہلائے قدرت کی چال میری آنکھوں کا اشارہ ہو جاتی ہے۔ یہی قانون دیگر تمام لوگوں کے دُکھ سُکھ لانے میں بھی حاوی ہے۔ اس کو نہ جان کر لوگ مرتے ہیں، قوموں کی قومیں، مُلکوں کے مُلک اس قانون کو بھلا کر خاک میں مل چکے ہیں۔

اُپاسنا کے منتر

تاثیر اُس اُپاسنا کی ہوتی ہے۔ جو دل سے نکلے گلے کے اوپر سے نکلے ہوئے اُپاسنا کے کلام تو گویا مخول بازی ہیں۔ اور پرمیشور کو جھٹلانا ہے۔ جیسی دل کی حالت ہوگی۔ سچی اپاسنا کی ویسی صورت ہوگی

यज्जाग्रतो दूर मुदैति. दैवं तदु सुप्तस्य तथै वैति ।
दूर मंगं ज्योतिषां ज्योति रेकं तन्मेमन: शिवसंकल्प मस्तु ॥
(यजुर्वेद)

مطلب :- کیا بیداری، کیا خواب، کیا غفلت تینوں حالتوں میں میرا دل کسی اور خیال کی طرف نہ جانے پائے، سوائے شوروپ آتم چنتن کے۔ چلتے پھرتے، بیٹھتے اُٹھتے۔ میرا دل شوروپ ست سوروپ آتما کے سوائے اور کوئی چنتن نہ کرنے پائے۔ اسی طرح شکل یجروید کے اگلے پانچ منتر بھی یہی بھاؤ پرگٹ کرتے ہیں۔

گائتری منتر

ॐ भूर्भुवः स्वः तत्सवितुर्वरेण्यं ।
भर्गो देवस्य धीमहि धियो योनः प्रचोदयात् ॥

ارتھ:- "اوم" جو بھو، بھوہ، سوہ یعنی تینوں لوکوں یا کل کائنات میں ویاپک ہے، وہ سورج دیوتا ہے یا اس کا مظہر وہ سوتا یعنی سورج دیوتا ہے، اس دیوتا کے قابل التعظیم یا پیارے تیج یعنی (جلال) سروپ کا جو ہماری بدھیوں کو متحرک کرتا ہے۔ ہم دھیان کرتے ہیں۔

یہاں پر پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ دھی مہی धीमहि اور نا नः دونوں صیغہ جمع (بہو وچن) یعنی PLURAL ہیں۔ تنہائی میں اکیلے تو اس برہم گائتری کا دھیان ہے۔ "اور ہم دھیان کرتے ہیں"۔ "ہماری بدھیاں" ایسا کیوں؟۔ "میں دھیان کرتا ہوں اور میری بدھی" کیوں نہیں لکھا؟

اس میں وید کا حکم یوں ہے کہ "اول تو دیہہ ابھیمان" (جسمانیت) کی صورت میں خود غرضی اور محدودیت کا ترک کرنا ہے۔ سب جگہ کے لوگوں کو اپنا سروپ (ذات) جان کر سب اجسام کو اپنا جسم مان کر سب کے ساتھ ایک ہوکر "اکھنڈ بدھی" (یگانگت) کے ساتھ یہ دھیان کرتا ہے۔ وہ سوتا دیو! جو ہماری عقلوں کو متحرک کرتا ہے۔ اس کے قابل تعظیم جلال (سروپ یعنی تیج) کا ہم دھیان کرتے ہیں پرچودیات प्रचोदयात् میں بھی دھر اور سائنا چاریہ نے व्यत्यव (مضارع) مانا ہے اور یہ ٹھیک بھی ہے۔ سورج روپی سوتا دیو کو ہماری عقلوں کا متحرک مانا ہے، وہی جو سورج کو پرکاش دیتا ہے۔ وہی بدھیوں کو پرکاشتا ہے یا روشن کرتا ہے۔ وہی آتما ہے۔

"यो ऽसावादित्ये पुरुषः सो ऽसावहम्"

(यजुर्वेद)

ارتھ — وہ جو سورج میں پرش ہے، وہی میں ہوں۔

بار بار دیہہ درشٹی (انانیت) کو دور کر کے جو یہ دھیان کیا کرے

"میں تو سورج کے پیارے تیج یا جلال والا ہوں، میرا تو وہی دھام (مقام) ہے"۔ "میں ان عقلوں کا چلانے والا آتم دیو ہوں، میں تو وہی ہوں جس کا جلال آفتاب اور ماہتاب میں چمک رہا ہے" تو کیسے کون

اندھیرا کھڑا رہ سکتا ہے स्थूल क्रतु मय: पुरुष: یہ پُرش سنکلپ مئے یعنی خیال مجسم ہے"۔ کیا یہ جھوٹ ہی کہہ دیا تھا؟

جب تک جسم میں محبت اور کسی قسم کی آرزو بنی رہتی ہے۔ تب تک تو بھید اُپاسنا (محبت امتیازی) ہی دل سے نکلے گی۔ یہ بھید اُپاسنا اعلےٰ درجہ کو پہنچ جاوے تو اس کا ڈھنگ کچھ یوں ہوگا۔

ॐ गणानांत्वा गणपति ँ हवामहे ।
प्रियाणांत्वा प्रियपति ँ हवामहे ।
निधीनांत्वा निधिपति ँ हवामहे ।
वसो मम, आहम जानि गर्भधम त्वम जासि गर्भधम् ॥

(शु० यजु० संहिता -२३-१९)

ارتھ — اے گنپتی (گنیش) گنوں میں گنوں کے مالک! ہم آپ کو مدعو کرتے ہیں۔ پیاروں میں پیاروں کے مالک! ہم آپ کو مدعو کرتے ہیں۔ خزانوں کے مالک! ہم آپ کو مدعو کرتے ہیں۔ اے بسو دیوتا! اے پرجا پتی! میری پرورش کیجئے۔

مثل حمل تمام عالم آپ میں لئے ہوئے ہیں، اے سب کو اپنے میں دھارن کرنے والے دیوا میں آپ کو سب طرح سے موجود رکھتا ہوں اور آپ سب طرح سے سامنے موجود ہوتے ہیں۔

اُپاسنا کا خاص مقصد یہ تھا کہ جسم کی محبت سے ہٹ مڑے اور آتما کے ساتھ جڑے۔ ایکا دھیان ایک دفعہ نہیں دو دفعہ بھی ہو جاوے تو فائدہ ہے۔ کوئی ڈر نہیں۔ مگر جو لوگ:—

"पापोऽहं पापकर्माहं, पापात्मा पापसम्भव:"

"میں گنہگار ہوں۔ گناہ کرنے والا ہوں۔ گناہ میری ذات ہے اور گناہ مجھ سے سرزد ہوتے ہیں" اسی کو ہر روز پڑھے رہتے ہیں۔ ان کو اس طرح کی عادت نہ صرف جسم سے ان کا تعلق پختہ کر دیتی ہے بلکہ پاپ سنسکار (گناہ کا تصور) دل میں مضبوط جما دیتی ہے صاف باطن اور سچے دل والوں سے بھید اُپاسنا کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔

گیانی کی اُپاسنا

نہیں دیہہ اندرے نہ انتہہ کرن	نہیں بدھی ہنکار یا پران من
نہیں کھشیتر گھر بار ناری نہ دھن	مَیں شدھ ہوں میں شیو ہوں چدانند گھن

"میں جسم وغیرہ نہیں" تب جسم کے وہم کو اپنے میں کیوں آنے دوں گا؟ دیہہ ابھیمان (خیال

انانیت) کرنا دلیل کے خلاف چلتا ہے۔ بالکل نادانی ہے۔ بے عقلی ہے

مَیں شِو ہوں۔ میں شِو ہوں چدانند گھن

بے شک وید۔ ویدانت کا آخری نچوڑ اور کچھ نہیں۔ وید اور سَت شاستر۔ مجھ کو جسم سے الگ بتاتے ہیں۔ میرا اپنے تئیں جسم وغیرہ ماننا گھور ناستک یا کافر بننا ہے۔ یہ گناہ مَیں کیوں کروں؟

مَیں شِو ہوں۔ میں شِو ہوں چدانند گھن

گُورُو جی نے مجھے اپنے ساکشاتکار کے بل سے کہا۔ "میں جسم وغیرہ نہیں۔ پھر میرا دیہہ ابھیمان (خیالِ جسمانیت) رکھنا۔ اپنے قابلِ تعظیم مُرشد کے مُنہ اور زبان پر جوتے مارنا ہے۔ ہائے! یہ مہا پاپ مَیں کیوں کروں؟

مَیں شِو ہوں۔ میں شِو ہوں۔ چدا نند گھن

کوئی بُرا کہے۔ کوئی بھلا کہے، میں ایک نہیں مانوں گا۔ جو آپ بھُولے ہوئے ہیں اُن کا کیا بھروسہ؟ کیول شاستر پرمان ہی ماننے لائق ہیں۔ مجھ میں کوئی غم نہیں۔ کوئی تکلیف نہیں۔ حسد و نفرت نہیں۔ رغبت نہیں۔ پیدائش نہیں۔ موت نہیں۔ تن نہیں۔ من نہیں

مَیں شِو ہوں۔ میں شِو ہُوں۔ چدا نند گھن

جب کاریہ۔ کارن ستّا (علّت و معلول کی حقیقت) خود آپ ہُوئے تو چِت برتیوں (خیالات) کا بیڑا کیسے نہ ڈوبے؟ مَن پارہ کھائے ہُوئے چُوہے کی طرح ہلنے جُلنے سے رہ جائے گا۔ گویا من کے بچّے ہی مر گئے سہج سمادھی تو خود ہوتی ہوگی۔

کیا سوچے کیا سمجھے رام۔ تین کال کا واں کیا کام
کیا سوچے کیا سمجھے رام۔ تین لوک نہیں اِجا دھام
نِتیہ تریپت سکھ ساگر نام کیا سوچے کیا سمجھے رام

اس سر سے گذر جانے میں جو لذت۔ شانتی اور طاقت آتی ہے وہی جانتا ہے جو اس مزے کو چکھتا ہے

میرا سرُوپ

از قلم شری ۱۰۸ سوامی گوبندانند جی مہاراج
شِشیہ شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج

مَیں آنند ہُوں رُوپ بِشو شانت ہُوں
مَیں بِشو کا بھی شو شانت کی شانت ہُوں
مَیں تیجوں کا ہُوں تیج نُوروں کا نُور
میں دیون کا ہُوں دیو حُوروں کا حُور

میں ہوں وہ سمندر گنبھیر اور گہر
میں ہوں ایک ادوے نہیں دوسرا
ہے استھول سوکشم میری ہتوج سب
میں بھوپوں کا ہوں بھوپ راجوں کا راج
حکم سب کو مارے حکم ہی جوا لے
میں گدی پہ بیٹھا سبھی دیکھتا ہوں
یہ شکتی میری کھیل کھیلا کرے
یہ طاقت میری بھی نہ مجھ سے ہے بھن
میری مایا کا بھیکہ اوڑک نہ آوے
میری دمک مجھ کو بھلا جانے کیسے
میرا روپ من بانی کیسے کہے
اننت اور الکھ ہی پکاریں مجھے
عقل کی عقل پران کے پران میں
میں ہی تت تتوں کا ستوں کا ستا
کہاں بھید جڑ چیت کا مجھ میں ہے
ہے سب خیال میں فرق اصلی نہیں
میں ہوں آپ کو ٹستھ سب میری دمک
جگت اور مایا پہ کرتے جو جھگڑا
رسن سانپ کب کا کہاں سے ہے آیا
انادی کہیں چاہے سادی کہیں
میں ہوں آپ آپے کہاں ایک دو
سنتے سینگ کی طرح کلپت ہیں سارے

کہ جس کی جگت اور مایا ہے لہر
سجاتی وجاتی نہیں تیسرا
اٹھے جب میں چاہوں مٹے چاہوں جب
حکم میرا کرتا ہے سب کام کاج
حکم ہی ہنسا دے حکم ہی رلا دے
میں سوتا سا دیکھوں مگر جاگتا ہوں
میں دیکھوں تماشا ہوں اکرتے
جو چھن میں بناوے مٹاوے بھی چھن
میرا انت اوڑک تو پھر کون پاوے
جنم باپ کا بیٹا بتلاوے کیسے
جبھی وید تھک موں اوڑک گیے
میرا انت اوڑک نہ کوئی بجھے
سبھی جگت کی جان کی جان ہیں
میں ہی پھول پھولوں کا پتوں کا پتا
میری ذات واحد سدا ایک ہے.
یہ وہ خیال بھی میں ہوں دوسر نہیں
خیال اور مایا میری ایک چمک
حقیقت نہ جانیں وہ بادیں ہیں رگڑا
جو پوچھے تو وہ ہے عقل کا بھلایا
مگر میرے سے بھن کچھ نہ نہیں
کہاں مجھ میں مایا کہاں جگت ہو
نہ مجھ سے جدا ہے کوئی کچھ پکارے

کہاں جھگڑے رگڑے سرب میرا روپ
نہ اچھا برا ایک گوبند سروپ

سمادھی اور سشپتی

از مہاتما بھاگ مل جی

بیداری ہی میں گہری نیند کی سی حالت بہم پہنچا کر ہم وہ آنند محسوس کرتے ہیں۔ جو بیرونی دنیا میں نظر نہیں آتا اس عالم (سمادھی) میں من کے نرودھ ہو جانے کی وجہ سے نہ تو جسمانی دنیا ہوتی ہے۔ اور نہ ہی خیالی دنیا۔ عام طور پر بیرونی اشیاء میں آنند مانا جاتا ہے۔ مگر سمادھی میں وہ رہتی نہیں۔ تو پھر سمادھی میں آنند آتا کہاں سے ہے یہ مرکز (آتما) کا آنند ہے۔ وجودی حرکت اور شور میں وہ محسوس نہیں ہوتا۔ ان کے بند ہو جانے پر یعنی خیالات جذبات، خواہشات اور محسوسات سے مجرّد (من کے نرودھ) ہونے پر آتما یا مرکز کا نج آنند انوبھو (محسوس) ہوتا ہے۔ مگر جن لوگوں کو بیداری میں گہری نیند کی سی حالت کا واقعی تجربہ حاصل نہیں ہوا۔ وہ اس نج آنند کو محسوس کرنے کے لئے معذور رہیں۔

لوگ نشوں کے کیوں دلدادہ ہیں؟ محض اس لئے کہ غیر قدرتی ذریعوں سے کائنات اور اس کی چیزوں کو بھول کر مرکزی آنند کی دھندلی سی عارضی جھلکیں پاتے ہیں۔ اور کچھ نہیں۔

بقول رشی ٹیگور۔ حیوان کھانے پینے کی ضرورت پوری ہو جانے پر باقی وقت بڑے اطمینان سے گذارتے ہیں۔ لیکن انسان ہی ایک ایسا ہے۔ جو باوجود ہر قسم کے بھوگ پدارتھوں کے میسر ہونے سے مطمئن نہیں ہوتا۔ اس کی بے قراری ظاہر کرتی ہے۔ کہ اس کی اصل ضرورت ابھی تک پوری نہیں ہوئی اور وہ کسی اور اعلےٰ شئے کا خواہشمند ہے۔ بھلا بتاؤ وہ کیا شئے ہے۔ جس کے حصول پر وہ مکمل طور پر مطمئن ہو جاتا ہے؟ وہ ہے مرکزی یا اندرونی آنند۔

اس مرکزی آنند کو پانے کے لئے اپنے آپ کو جاننے پہچاننے کی ضرورت ہے۔ اور اپنے آپ کو جاننے پہچاننے کا سیدھا راستہ یہ ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات پر وچار کو لگاتار جاری رکھا جائے یہاں تک کہ اپنے آپ میں مستقل طور پر قیام ہو جائے۔

۱۔ میں کون ہوں؟

۲۔ یہ کیا ہے؟

۳۔ یہ کیوں ہے؟

ان سوالوں پر لگاتار وچار کو جاری رکھنے سے جو تتو گیان پراپت ہوگا۔ وہ ہمارے اندرونی آنند کو

اُچھالنے اور باہر کرنے کا ذریعہ بن جائے گا۔ اور کل ظہوری اختلاف میں وحدت کاملہ کا درشن کرا دے گا۔ اور ہماری زندگی روحانی شگفتگی کا لطف و سرور حاصل کر کے شاعر کے منہ سے کہہ اٹھے گی۔

عبث چھانا کئے بے فہم خاک کوئے جاناں ہم　　عبث کرتے رہے دیر و حرم میں آہ و شیون ہم
کریں کیوں خم بتوں کے سامنے یہ اپنی گردن ہم　　صنم ہم دیر ہم بت خانہ ہم بت ہم برہمن ہم
کریں ہم کس کی پوجا اور چڑھائیں کس کو چندن ہم

ہوئے عزلت نشیں جب سے کہیں آنا ہے نہ جانا　　ہمیں پرواہ نہیں کہ ہے کوئی دیوانہ فرزانہ
مے وحدت کا کچھ ایسا چڑھا ہے رنگ مستانہ　　در و دیوار ہے۔ نظروں میں اپنی آئینہ خانہ
کیا کرتے ہیں۔ گھر بیٹھے ہی اپنا آپ درشن ہم

غرض افعال بد سے ہے نہ نیک اعمال سے مطلب　　غرض کچھ رقص سے ہے اور نہ وجد و حال سے مطلب
نہ پروائے حسیناں ہے نہ خط و خال سے مطلب　　نہ قیل و قال سے مطلب نہ شغل اشغال سے مطلب
مراقب اپنے رہتے ہیں جھکا کر اپنی گردن ہم

درحقیقت اندر باہر وحدت کاملہ کا دیدار ہی سرور سرمدی ہے۔ جب بیرونی بے انداز رنگا رنگی میں یک رنگی کا کامل مشاہدہ ہو جائے گا۔ تب بقول ایک مغربی شاعر اُدرہنا تما واٹس ڈمین ہمارا ہونا اور جینا ہی عین آنند ہو جائے گا۔

"Being is joy, Breathing is joy"

اور یہی ہے مطلوب ؎

جب ایسا گیان تجھ کو مل جائے گا　　دھوکہ پھر تو کبھی نہیں کھائے گا
دیکھے گا تو اپنی ذات میں کل عالم　　اور مجھ میں نظر تجھے یہ سب آئے گا
(گیتا ادھیائے ۴ شلوک ۳۵)

اس سلسلہ میں ایش اُپنشد بھی یوں فرماتی ہے۔
"جس صورت میں جملہ کائنات اپنا آپ ہی محسوس ہوتی ہے۔ ایسا دیدار وحدت حاصل کرنے کے لئے کیا موہ اور کیا رنج۔"

میں وہاں ہوں کہ جہاں مجھکو مرا ہوش نہیں

از قلم مہاتما موہن مورتی جی موہن

فکرِ فردا کی نہیں اور غمِ دوش نہیں
میں وہاں ہوں کہ جہاں مجھکو مرا ہوش نہیں

مست جو آپ کا ہے وہ کبھی مے نوش نہیں
میکدہ ساز نہیں میکدہ بردوش نہیں

آنکھ میں کیف نہیں دل میں مرے جوش نہیں
جب سے پہلو میں کوئی زینتِ آغوش نہیں

عشق میں اُس کے مجھے اپنا کوئی ہوش نہیں
خود فراموش ہوں پر یار فراموش نہیں

وہ ایک جلوہ ہے جس میں کہ نہیں شام و سحر
وہ ایک مستی ہے جس میں کہ مجھے ہوش نہیں

حُسن وہ کیا ہے کہ جو عشق سے چھپ چھپ کے رہے
عشق وہ کیا ہے کہ جو حُسن در آغوش نہیں

گُل تو سنتے ہیں تری بات کو بُلبل لیکن
تو سمجھتی ہے یہ دل میں کہ انھیں ہوش نہیں

دل کے پردوں میں نہاں حسنِ جہاں سوز ہے کیوں
فطرتِ عشق کا شاید کہ اُسے ہوش نہیں

عشق روتا ہے مری حالتِ آوارہ پر
حُسن کہتا ہے کہ افسوس اسے ہوش نہیں

تُو نہیں پہلو میں تو تیرا تصور ہی سہی
تُجھ سے خالی تو مرے عشق کی آغوش نہیں

دل کی سب اور تمنائیں ہیں خاموش مگر
اِک ترے دید کی حسرت ہے کہ خاموش نہیں

ہائے اُس چشمِ ادا ساز کی مستی موہن
دل بھی مدہوش ہے اور جاں کو بھی ہوش نہیں

دھیان ودھی

از قلم سنت ہری سنگھ جی

دھیان کی اُتم ریتی یعنی اعلےٰ طریقہ مانڈوکیہ اُپنشد کی کاریکا کے تیسرے ادھیائے کے اندر بھگوان گوڑپادجی نے نہائیت خوبی سے بیان کیا ہے۔ وہاں اس کے متعلق صرف پانچ ہی شلوک کہے گئے ہیں جن کو ہم ذیل میں تفصیل کے ساتھ کہتے ہیں۔

उपायेन निगृह्णीयाद्विक्षिप्तं कामभोगयो:।
सुप्रसन्नंलये चैव यथा कामो लयस्तथा ॥१॥

ارتھ:۔ کامیہ وشے اور بھوگوں سے وکشپت اور چنچل ہوئے چت کا اُپائے پُوروک نگرہ کرے اور لیے اوستھا میں اتینت پرسنتا کو پراپت ہوئے چت کو بھی سنجم کرے کیونکہ جیسا (انرتھ کا کارن) کام ہے ویسا ہی لے ہے۔

ویاکھیا۔ ہر ایک وشے کی دو ہی اوستھا مانی گئی ہیں۔ ایک کامیہ مان اوستھا اور دوسری بھوجیہ مان اوستھا۔ کامیہ مان اوستھا وشے کی اُس حالت کا نام ہے۔ جب وشے کی پراپتی نہیں ہوتی محض اُس کی خواہش ہی ابھی دل میں بھٹکتی ہے۔ مگر بھوجیہ مان وہ حالت ہے۔ جب بعد پراپتی اُس کے سُکھ کا بھوگ ہوتا ہے۔ ان دونوں حالتوں کے اندر ہی آدمی کا من ڈولتا رہتا ہے۔ اور اسی سبب چنچل اور وکھشپت ہوا ایک لمحے کے لئے بھی یکسو نہیں ہوتا۔ مگر آچاریہ جی کہتے ہیں کہ ایسے چت کا اُپائے پُوروک نرودھ کرے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ من اتی چنچل ہے۔ اور اس کا نگرہ کٹھن ہے۔ مگر یہ بھی جان لو کہ سنسار میں ناممکن کچھ نہیں۔ جو بات ایک کے لئے ممکن ہو سکتی ہے، وہ دوسرے کے لئے کیوں غیر ممکن ہو گی اور جہاں وہ غیر ممکن سمجھی گئی ہے۔ وہاں اُس کے لئے اُپیوگی اُپائے یا درست سادھن انوشٹھان میں کمی رہی ہے۔ ورنہ کوئی صورت نہیں کہ اس کا حل ہم پر ثابت نہ ہو۔ اگرچہ گرنتھ کار لکھتے ہیں کہ

अपि अब्धिपानात महताम् समेरुउन्मूलनादपि।
अपि वह्निऽश्नात् साधो दुर्गमश्चित्त निग्रह: ॥

ارتھات :- جہاں سمندر کے پی جانے سے بھی۔ سمیرو (پہاڑ) کے اکھڑنے سے بھی اور آگ کے بھکشن کر جانے سے بھی چت کا نگرہ کٹھن ہے۔ مگر ایسے بیان میں بھی اُن کا منشا یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ اسے مشکل سمجھ کر ترک کر دیا جائے۔ بلکہ وہاں بھی پریوجن محض یہی ہے کہ آدمی پوری ہمت سے اس کے لئے تیار ہو جائے۔ اس لئے اس میں شک نہیں کہ گو من کا نرودھ ناممکن نہیں۔ تاہم نہایت دشوار اور کٹھن ضرور ہے۔ معمولی سادھن یا کوشش سے اور تھوڑے ہی وقت میں اگر کوئی خواہشمند ہو کہ اُسے من پر فتح حاصل ہو تو یہ محال ہوگا۔ لہذا نہایت مضبوط طبیعت کے ساتھ اس کے لئے تتپر ہونا چاہیئے۔ ورنہ کامیابی کی کوئی صورت نہیں۔

لیکن من کے نرودھ یا ایکاگر کے لئے کوشش کرنے والے کو ایک بات پر خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ اُس کا چت سماہت ہونے کی بجائے لَے کی حالت میں یعنی نیند کی طرف نہ چلا جائے۔ جسے تندرہ بھی کہتے ہیں تندرہ چت کی اُس حالت کا نام ہے۔ جب وہ باہر کے وشیوں سے نرودھ ہوا بھی آلس اور نیند سے گھیرا جاتا ہے۔ ایسی حالت بالکل تموگنی اور اگیان مے ہوگی۔ اس لئے یہ شلوک ابھیاس کرنیوالے کو اس بات پر متوجہ کرتا ہے کہ ایسی حالت میں اننیت پرسنتا کو پراپت ہوئے چت کا بھی سنچم کرے کیونکہ جیسے چت کی باہر مکھتا یوگی کو ہانی کا موجب ہے۔ ویسے ہی اس کی لَے اوستھا بھی نقصان دیہہ ہے۔

بعض لوگوں نے اس موقعہ پر بھی خوب غلطی کھائی ہے۔ اور انھوں نے اس جہان تموگنی چت کی حالت کو ہی اصلی حالت اور سمادھی جان لیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ انھیں اس حالت میں کبھی خوب آرام اور سکھ ملتا ہے اور فی الواقع تموگن بھی ستوگن کی طرح پرم آنند اور سکھدائک ہے۔ اگرچہ اس سے ہونے والے شانتی اور آرام اصلی نہیں نقلی ہیں۔ تاہم اس میں بہتوں نے غلطی کی ہے۔ اسی لئے تمو گن اور ستوگن کا امتیاز نہایت ہی مشکل کہا گیا ہے۔ سادھک کو چاہیئے کہ وہ ان ہر دو کی پہچان کرے۔ اور چت کو کبھی بھی آلسی یا سست نہ ہونے دے۔

بھومکا - اوپر کے سلوک میں "اُپائے" سے چت کے نگرہ کو کہا ہے۔ مگر ایسا اُپائے کون سا ہے وہ نہیں بتلایا اس لئے اب اگلے شلوک میں اسے نروپن کرتے ہیں۔

दुःखं सर्वमनुस्मृत्य कामभोगान्निवर्तयेत् ।
अजं सर्वमनुस्मृत्य जातं नैव तु पश्यति ॥२॥

ارتھ :- سمپورن دویت دکھ روپ ہے۔ ایسا بار بار یاد کرتے ہوئے چت کو دنیاوی بھوگوں سے لوٹا دے اور ازاں بعد سب کی برہم سروپ سے نرنتر بھاؤنا کرے۔ تو اس سے دویت کے بالکل ابھاو ہو جانے کے باعث تب وہ اُسے نہیں دیکھتا۔

دیاکھیا :- اس شلوک میں چت کے نرودھ کا پہلا اُپائے ویراگ اور دوسرا ابھیاس نروپن ہوا ہے

جیسا کہ یوگ سُوتروں کے اندر بھگوان پتنجلی نے کہا ہے کہ۔

अभ्यासवैराग्याभ्यां तन्निरोधः

یعنی من کا نرودھ ابھیاس اور ویراگ سے ہوتا ہے اور اسی بات کو ہی بھگوان سری کرشن نے بھگوت گیتا کے اندر ارجن کے سوال کے جواب میں کہا کہ۔

अभ्यासेन तु कौन्तेय वैराग्येण तु गृह्यते ॥

یعنی من ابھیاس اور ویراگ سے گرہن کیا جا سکتا ہے۔

مگر جب تک ویراگ اور ابھیاس کو تفصیل کے ساتھ نہ کھول دیا جائے۔ اتنے ماتر سے بھی کچھ سِدھی نہیں ہے۔ لہذا ہم پہلے ویراگ اور بعد میں ابھیاس کے سرُوپ کو کہتے ہیں۔

آچاریوں نے ویراگ کے معنی "راگ ابھاؤ" کے نہیں کئے کیونکہ "راگ" ایک مانسک برتی ہے جو انتہ کرن سے بالکل اُٹھائی نہیں جا سکتی بلکہ اس کا مکمل نرودھ اگر کیا جائے گا۔ تو جیون یاترا بھی دشوار ہو جائے گی۔

اس لئے خوب سوچ وچار کر اُنھوں نے راگ کو اپنے سرُوپ سے بحال رکھتے ہوئے اس کا وشے ہی بدل دیا ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جو راگ اپنی پہلی حالت میں دنیاوی وشیوں میں لگا ہوا تھا۔ اس کا رُخ بدل کر پرماتما کی جانب کر دیا ہے۔ اور جب ایسا ہوتا ہے۔ تب اُسی کا نام "پریم" ہوتا ہے۔ بس ویراگ اور پریم ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اس لئے جب تک آدمی کا چت دُنیاوی خواہشات سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اسے پریمی بھی نہیں کہا جا سکتا۔ تو گویا ویراگ وان آدمی ہی پریمی ہو سکتا ہے۔ مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ ایسا پریم یا ویراگ بھی کس اُپائے سے پیدا ہوتا ہے۔ جس سے دُنیاوی پریم سے مبرّا ہو کر چت ویراگ سمپن ہو تو ہمارے آچاریہ اس کی اُتپتی کے لئے دوش درشن ہی اُپائے بتلاتے ہیں۔ مگر وہ دوش درشن بھی دو قسم کا ہے۔ پہلا انت درشن اور دُوسرا دُکھ درشن۔ انت درشن سے مطلب ہے دُنیاوی پدارتھوں میں انِتتا یعنی اُن کی بے ثباتی دیکھنے کا نام ہے۔ اور دُکھ درشن سے مُراد انھیں جگت کی وستوؤں میں دُکھ بدّھی کرنے کا ہے۔ چونکہ چت کی چنچلتا کے موجب محض دُنیاوی پدارتھ ہیں۔ جن میں ست بدّھی اور سُکھ بدّھی آدمی کرتا ہے اس لئے ہمارے آچاریوں نے ان تمام سے ویراگ کے لئے اُن کے اندر اُلٹی بدّھی یعنی انت اور دُکھ بدّھی کروائی ہے مراد دیکھا بھی گیا ہے کہ است یا دُکھ کے لئے کسی کی کوشش نہیں ہوتی۔ اِندر جالی (مداری) کے بنائے ہوئے روپیوں کو آدمی جب است جانتا ہے۔ تب اُنھیں نہیں چاہتا اور نہ ہی کسی کی دُکھ کے لئے پرورتی ہوتی ہے۔ اس طرح چت کے اندر جب بار بار وشیوں میں نفرت کی جاتی ہے تو خود بخود اُن کی طرف سے رُکا ہوا پرماتما کے سنمکھ ہوتا ہے۔ اور اسی بات کو اس شلوک کا پہلا حصہ تمام دوبیت کو دُکھ رُوپ کہتا ہے اور اس کی بار بار بھاؤنا کرنے کے لئے حکم دیتا ہے ایسی بھاؤنا کا اشارہ بھی اُن ہی یوگ سوتروں کے

اندر بھگوان پتنجلی نے ورنن کیا ہے۔ اور وہ سوتر یہ ہے۔

परिणामतापसंस्कार दु:खैगुणवृत्तिबिरोधाच दु:खमेव सर्वं विवेकिन:

ارتھات :- پرنیام دکھ۔ تاپ دکھ اور سنسکار دکھ نرگن برتی کے ورودھ سے ودیکی پرشوں کے پاس یہ تمام دکھ روپ ہی ہے۔

مطلب اس سوتر کا یہ ہے ودیکی پرش اس جگت کے تمام پدارتھوں کو محض دکھ کا ہیتو ہی مانتا ہے۔ ہر لمحہ اور ہر گھڑی ان کے اندر انقلاب یعنی پرنیام واقع ہو رہا ہے۔ یہ پرنیام دکھ ہے۔ ان کے بھوگ سے بھی "یہ بنے رہیں مٹ نہ جائیں" ایسا تاپ دکھ ہے اور بعد بھوگ وہ اپنا سنسکار بھی چھوڑ جاتے ہیں جس کے سبب اگر وہی پدارتھ پھر دوبارہ میسر نہ ہو تو آدمی کو دکھ ہوتا ہے اور یہ سنسکار دکھ ہے نیز ساتکی راجسی اور تامسی گنوں کے ہی کارج سروپ چت کی شانت، گھور اور موڑھ برتیوں کے اندر ہر وقت ورودھ اور چلبل رہنے کے سبب چت کی شانت اور سکھ روپ برتی زیادہ دیر تک ٹھہر بھی نہیں سکتی۔ لہذا یوں بھی دکھ ہی ہے۔ اس لئے ودیکی کو یہ تمام لوک پرلوک کے پدارتھ دکھ دائیک ہی بھاسے ہیں۔ اس لئے وہ انھیں نہیں چاہتا۔ بس اس وجہ سے اس کا چت بھی اچل اور شانت رہتا ہے۔

دوسرا اپائے چت کے نرودھ کا آچاریہ نے ابھیاس بتلایا جس کا سروپ بھی وہاں ہی پتنجلی منی جی نے یہ کہا ہے۔

तत्रस्थितौ यत्नो ऽ भ्यास: ॥

یعنی لکھشن کی استھتی میں جو پریتن (کوشش) ہے۔ وہی ابھیاس ہے۔

स तु दीर्घ कालनैरन्तर्य सत्कारा सेवितो दृढ भूमि:

گر آگے چل کر وہاں ہی ابھیاس کی دڑھتا میں یہ سوتر ہے۔

یعنی ابھیاس پھر بہت سمے تک نرنتر اور ست کار پوروک سیون کیا ہوا دڑھ اور مضبوط ہوتا ہے۔ اسی ابھیاس کے لکھشن کو اب ہم اپنے اوپر والے شلوک کے اندر دکھلاتے ہیں۔ جس میں آچاریہ جی کہتے ہیں کہ اجنما پرماتما کی بار بار بھاؤنا سے دویت روپ جگت کو دیکھتا تک نہیں۔ یہاں آچاریہ جی کا یہ مطلب ہے کہ جب ست اور است کے ویویک سے اسے ست میں دڑھ بھاؤنا ہوتی ہے۔ تو وہ اس سنسار کا کوئی جداگانہ وجود نہیں دیکھتا جس طرح طلا میں زیور یا پانی میں حباب معدومی المعلوم ہوتے ہیں۔ عین اسی طرح نام روپ آتمک پرپنچ بھی "استی بھاتی پریے" سے علیحدہ نہیں ملتے۔ اگرچہ ان کی پرتیتی بعد میں بھی ہوتی رہتی ہے۔ مگر وہ انھیں متھیا اور ابھیاس ماتر ہی جانتا ہے۔ یوں جب اس کی نگاہ سے سنسار مکمل ادبھیں ہو جاتا ہے تو من خود بخود شانت ہوا سنکلپ وکلپ سے رہت ہوتا ہے۔ کیونکہ دنیاوی وشے ہی من کی خوراک ہے۔ جس کے نہ ملنے سے وہ تنکوں کے بغیر آگ کی طرح اپنے نج

سروپ میں محو اور نمگن ہوا آرام سے سو جاتا ہے۔ اور یہی مطلوب تھا۔

یہ ہیں ویراگ اور ابھیاس دو نو اُپائے جن کے ذریعہ من نرودھ اور ایکاگر کیا جاتا ہے۔ اور جنھیں ہم نے وستار ساتھ اُوپر بیان کیا ہے۔

بھومکا۔ پہلے شلوک کے آدھے حصے میں چت کے نرودھ میں اُپائے کہنے کی پرتگیا کی تھی۔ جسے دوسرے شلوک میں تفصیل کے ساتھ کہا۔ اب اگلے شلوک میں اُسی پہلے شلوک کے دوسرے حصے میں جس بات کا تذکرہ کیا۔ یعنے نے اوستھا سے بھی بچنے کا اشارہ دیا تھا۔ اُسے اب تفصیل کے ساتھ کہتے ہیں۔

लये संबोधयेच्चित्तं विथिसं शमयेत्पुन:
सकषायं विजानीयात्समप्राप्तं न चालयेत् ॥३॥

ارتھ:۔ چت (سُشپتی میں) اگر لین ہونے لگے تو اُسے جگا دے۔ اور اگر پھر وکشپت ہو جاوے تو اُسے پھر سے شانت کرے۔ لیکن اگر ان ہر دو کی درمیانی حالت میں ہو تو اُسے بھی راگ سے یکت یعنی بیج اوستھا (اگیان) سے خالی نہ پہچانے اگر وہ تھوڑی دیر کے لئے سم اوستھا کو پراپت ہو تو اُسے پھر چنچل ہرگز نہ ہونے دیوے۔ (اور خبردار رہے)

ودیا کھیا:۔ سمادھی کے لئے کوشش کرتے ہوئے سادھک کا چت اگر لین ہونے لگے تو اُسے ویراگ اور گیان ابھیاس سے جن کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے آتمک وویک کے سُنکھ کرے۔ اور اگر وہ وشیوں کی کامنا سے پھر سے بھوگوں کی طرف نکل جاوے تو اُسے پھر ویراگ اور ابھیاس سے شانت کرے اس طرح بار بار ابھیاس کے ذریعہ لَے اوستھا سے جگاتے ہوئے اور وشیوں سے بھی لوٹاتے ہوئے چت جب اعلیٰ سمتا کی حالت کو حاصل نہ کرکے درمیانی حالت میں ہی ڈولتا ہوئے تو سمجھئے کہ ابھی بھی یہ اودیا سے خالی نہیں یعنی تب بھی اُسے آورن کے ساتھ ہی جانے اور اُسے ہی اُن کی زبان میں "کشائے" دوش کہتے ہیں۔ چنانچہ کوشش کے ساتھ یکسوئی کی طرف لے جاوے۔ مگر جس وقت وہ ٹھہر جاوے تو اُسے پھر چنچل نہ ہونے دیوے اور خوب ہوشیار رہے۔

بھومکا:۔ اس طرح دھیان کرنے والے اُپاسک کو دھیان سے جو سُکھ انوبھو ہوتا ہے۔ آچاریہ جی اُس کے لئے بھی منع کر رہے ہیں۔ کہ اُس میں آسکت نہ ہو۔

नास्वादयेत्सुखं तत्र नि:सङ्ग: प्रज्ञया भवेत्।
निश्चलं निश्चरच्चित्तमेकीकुर्यात्प्रयत्नत: ॥४॥

ارتھ:۔ یوگی اُس سمتا کی اوستھا میں ہونے والے سُکھ کا سواد نہ لیوے۔ بلکہ وویک کے ذریعہ اُس سے اسنگ رہے۔ پھر اگر چت باہر نکلنے لگے تو اُسے کوشش کے ساتھ نشچل اور ایکاگر کرے۔

ودیا کھیا:۔ مایا کے گنوں کا یہ پربھاؤ ہے کہ ستوگن سے سُکھ۔ رجوگن سے دُکھ اور تموگن سے موہ ہوتا

ہے۔ یہ مایا کے تین گن ہی ہمارے انتہکرن کے اندر شانت۔ گھور اور موڑھ برتیوں کے رُوپ میں موجود ہیں۔ مایا کے ستوگن کا پرینام چت کی شانت برتی ہے۔ جس سے سُکھ ہوتا ہے۔ مایا کے رجوگن کا پرینام چت کی گھور برتی ہے۔ جس سے دُکھ ہوتا ہے۔ اور مایا کے تموگن کا پرینام چت کی موڑھ برتی ہے۔ جس سے موہ ہوتا ہے۔ اس طرح ایک دن کے اندر چت کے بے شمار ساتکی راجسی اور تامسی پرینام ہوتے رہتے ہیں جن کے باعث پرانیوں کو یکے بعد دیگرے سُکھ دُکھ اور موہ ہوتے ہیں۔ اور یہ عام آدمیوں کے چت کی حالت ہے۔ مگر جس ادھیکاری پُرش نے اوپر کہے ہوئے ویراگ اور ابھیاس سے چت کے اندر راجسی اور تامسی بھاؤ بالکل اٹھا دیئے ہوں اور محض ستوگن کے پرینام سرُوپ ساتکی برتیوں کا مسلسل پرواہ جاری کیا ہو۔ نتیجے ہی اُسے شانت برتیوں کے سبب بے بہا آنند اور سُکھ کا انُوبھو ہوتا ہے۔ کیونکہ جہاں ستوگن کا راجیہ ہے وہاں سُکھ ہے۔ مگر آچاریہ جی مندرجہ بالا شلوک کے اندر یہ حکم دیتے ہیں کہ سمادھی کا خواہشمند اس سُکھ کا انوبھو کرتا ہُوا بھی اس سے الگ اور نیارا رہے۔ اور اس میں آسکت نہ ہو۔ مطلب آچاریہ جی کا یہ ہے کہ اگرچہ یہ بھی چت کی ایک اعلےٰ حالت ہے۔ تاہم ایک رس نہ رہنے کے باعث زیادہ آدر کے یوگیہ نہیں۔ نیز یہ سُکھ بھی اودیا کلپت ہونے کے سبب متھیا ہے کیونکہ ساتکی برتی سے پیدا ہوا ہے۔ اور جو پیدا ہوتا ہے۔ نشٹ بھی ہوتا ہے۔ یہ نیم ہے۔ چونکہ گن کا سُبھاؤ ہر لحہ بدلنے والا ہے۔ اس لئے یہ ساتکی برتی بھی زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکے گی۔ اور جب یہ نہ رہی تو اس کے نمت سے ہونیوالا سُکھ کہاں سچا ہے۔ بلکہ پرتیبمب (عکس) ہے۔ ان کے علاوہ اس برتی سے متعلق ہُوا چدآتما بھی ابھی تک اپنے ٹھیک اور واستو سروپ سے جانا نہیں گیا۔ ہاں جب وہ ساتکی برتی بھی گم ہو جائے۔ یا اس کے رہتے ہُوئے بھی وویک سے اس کا بادھ کر کے اُس کے دیکھن ہار ساکھشی کا آتم روُپ سے انُوبھو ہو تو دیدارتھ ٹھیک ٹھیک ہو سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ بس یہی وجہ ہے کہ اس آخری برتی سے آتما کا وویک بتلاتے ہُوئے آچاریہ پرگیا دوارہ اسنگ اور الگ رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

یوں سُکھ کے سمبندھ سے نورت ہُوا اور ایک بار نسچل ہُوا بھی چت جب پوُرب واسنا کے سبب نکلنے لگے تو کوشش کے ساتھ اُوپر کہے ہُوئے طریقے سے پھر ایکاگر کرے اور تا وقتیکہ پوری طرح کامیابی حاصل نہ ہو لگا رہے اور مایوس نہ ہو۔

بھومکا:۔ آب آخری شلوک میں دھیان کے پھل کو آچاریہ جی کہہ کر اس دھیان ودھی کو ختم کرتے ہیں۔

यदा न लीयते चित्तं न च विक्षिप्यते पुनः।
अनिङ्गन मनाभासं निष्पन्नं ब्रह्म तत्सदा॥५॥

ارتھ :- جس وقت چت لے نہ ہو اور نہ ہی وکھشپت ہو۔ بلکہ نشچل اور باہیہ وشے ابھیاس سے رہت ہو جائے تب وہ برہم ہو جاتا ہے۔

ویاکھیا :- وکھشیپ - لے - کشائے اور رساسواد۔ یہ چار سمادھی میں وگھن ہیں جنھیں اوپر دکھلایا گیا ہے۔ نیز اُن کی نورتی کا اُپائے ویراگ اور گیان ابھیاس بھی کہا گیا ہے جب اس قسم کے بار بار ابھیاس کرتے ہوئے چت نہ وکھشپت ہو اور نہ ہی سکھپتی میں لین ہو۔ تب وہ خود بخود برہم ہی ہو جاتا ہے۔ پہلے بھی گو برہم ہی تھا۔ مگر اُس کے اندر جو باہیہ وشیوں کے ابھیاس یعنی پرتی بمب تھے۔ اُن کے باعث وہ چت کہلاتا تھا۔ چنانچہ جب ویراگ اور ابھیاس سے ورودھی انش یعنی نام روپ کا تیاگ کیا جاتا ہے۔ تو وہ چت عین چن ماتر برہم روپ ہی ثابت ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں جیسے ہوا سے خالی جگہ میں پڑا ہوا دیپک اڈول اور استھر ہوتا ہے۔ یہ چت بھی بے حس و حرکت عین چیتن پرماتم روپ ہوا ٹھیرتا ہے۔ کیونکہ برہم بھی نشکریہ ہے۔ اور یہ بھی تب برہم ہی ہوتا ہے۔ اور یہ ہی تھا مطلوب ؎ "اوم شم"

شوقِ دید

از قلم امیر الشعرا دیوان پنڈت داس جی قمر

پہلے تو ہر کبھجن سے پوتر زباں کروں | کاغذ یہ نام حق سے قلم کو رواں کروں
جو کچھ راز دل میں ہے کیوں کر بیاں کروں | منصور میں نہیں کہ نہاں کو عیاں کروں

عقدہ ہے یہ حل طلب ہیں مگر کتنی دیر میں
لاکھوں کے سر پھرے ہیں اسی ہیر پھیر میں

وہ کیا ہے؟ کون ہے؟ نہ ہوئی آج تک خبر | اہل خبر بھی چپ ہیں کسی بات سے مگر
شاید کہ اُس کے حال سے واقف ہو چشم تر | پر تو ہیں اُس کے حسن کے یہ شام اور سحر

لیکن جو اُس کے عشق میں دیوانے بن گئے
ہم اُن کے شوقِ دید میں مستانے بن گئے

مہرشی پاتنجلی کا یوگ شاستر (مسلسل)

مترجم :- منشی سورج نارائن مہر

تیسری فصل۔ سمادھی کے سادھن

بیراگ اور ابھیاس دونوں کی غرض یہ ہے کہ برتیوں کا نرودھ ہو کر سمادھی لگنے لگے۔ انتہائی مرحلہ اسمپرگیات سمادھی ہے۔ اس حالت کے بہم پہنچانے کے واسطے اول سمپرگیات سمادھی کی مشق بہم پہنچانی ضروری ہے۔ یہ سمپرگیات سمادھی اسی وقت بہم پہنچتی ہے کہ خاص چیزوں کی دھارنا اور دھیان کیا جائے اس واسطے سمادھی کی قسمیں رکاوٹیں اور اُن کے علاجوں پر بحث کرنے سے پیشتر اول ہم اُن چیزوں کو لیتے ہیں۔ جن کا دھیان کرنا بھگوان پاتنجلی بتاتے ہیں۔ یا جن کو اپنا دستور العمل بنانے سے سمادھی کی حالت بہم پہنچتی ہے۔ دھیان جن چیزوں کا کرنا چاہیئے وہ سانکھیہ کے پچیس تتو ہیں۔ اور دستور العمل جس چیز کو بنانا چاہیئے وہ ایشور پر نِدھان یعنی رضائے الٰہی پر راضی رہنا ہے۔ جسے اصطلاح صوفیہ میں تسلیم و رضا کہا جاتا ہے۔ یہی دو طریق بھگوان پتنجلی نے اپنے یوگ درشن میں بتائے ہیں۔ انھیں دونوں کو ہم اب لیتے ہیں۔ اور اُن پر علیحدہ علیحدہ بحثیں دیتے ہیں۔

۱۔ سانکھیہ کے پچیس تتو

فلسفۂ سانکھیہ پرنیام یعنی مسئلہ ارتقاء یا ایولیوشن کو مانتا ہے۔ یعنی نہ وہ لاتعداد پرمانو یا اجزائے لاتیجزے کی صورت نہیں ہے بلکہ ایک ہم جنس اور ہموار شے ہے۔ جو مختلف اسباب مہیا ہونے پر مختلف صورتیں اختیار کرتا ہے۔ یوگ بھی اس سانکھیہ کے مسئلے کو تسلیم کرتا ہے۔ مگر اہل سانکھیہ ایشور کو نہیں مانتے یوگ نے تثلیث وادیوں کی تقلید میں ایشور کو اور بڑھایا ہے۔ گو پیدائش و فنائے عالم میں اس مت کے بموجب ایشور کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔

سانکھیہ کا فلسفہ علت و معلول کے مسئلے پر مبنی ہے۔ اس واسطے تمام اشیائے عالم اس فلسفے میں چار جماعتوں میں منقسم ہو جاتی ہیں۔ اوّل وہ شے جو صرف علت ہے اسے پرکرتی کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو علت بھی ہے اور معلول بھی اسے پرکرتی بکرتی کہتے ہیں۔ تیسرے وہ جو فقط معلول ہے اُسے بکرتی کہتے ہیں

اور چوتھے وہ جو نہ علت ہے نہ معلول۔ دُنیا کی کسی چیز کو لے لو۔ اِنہیں چار جماعتوں میں سے کسی میں داخل ہوگی۔ پانچویں کسی اور جماعت کا امکان نہیں ہے۔

عالم میں چار طرف نظر ڈال کر دیکھئے تو کثرت ہی کثرت دکھائی دیتی ہے۔ اِس عالم کثرت کی لاتعداد اشیاء تین بڑی جماعتوں میں تقسیم ہو سکتی ہیں۔

اوّل موٹی کثیف چیزیں جیسے پتھر، زمین، درخت، جانور اور آدمیوں کے اجسام، اجرام فلکی وغیرہ۔

دُوسرے وہ لطیف قوتیں جو ان میں کام کر رہی ہیں۔ مثلاً برق، حرارت، روشنی، کشش ثقل، آدمی اور جانوروں کے پران وغیرہ۔

تیسرے نفسانی قوتیں مثلاً تخیل، حافظہ ادراک تعقل وغیرہ۔

یہ تین طرح کی چیزیں جن کی تعداد لا انتہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اپنی علتوں میں سے نکلی ہیں۔ یہ علتیں اپنی علتوں میں سے۔ اِس طرح جتنے اوپر چڑھتے جاؤ علتیں لطیف اور تعداد میں کم بے شک ہوتی چلی جائیں گی۔ مگر ایک ایسا سلسلہ بنا رہے گا، جو ختم ہونے میں نہیں آسکتا۔

مگر معلول کائنات موجود ہے۔ اِس واسطے سلسلۂ لامتناہی سے کام نہیں نکلتا۔ آخر میں ایک ایسا مادہ ماننا پڑے گا، جو کسی کا معلول نہیں ہے۔ بلکہ خود تینوں طرح کی چیزوں کو پیدا کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ یہ سانکھیہ والوں کی مُول پرکرتی ہے۔ اسی کو پردھان یا اَوِیکت کا نام دیا جاتا ہے۔ یعنی مادہ غیر مشہود۔ اپنے جس خاصے سے یہ مادّہ قوائے نفس کی صورت اختیار کرتا ہے، اُسے ستوگُن کا نام دیا جاتا ہے۔ جس خاصے سے لطیف قوتوں کا اُسے رجوگُن کا۔ اور جس خاصے سے کثیف چیزوں کا۔ اُسے تموگُن کا۔ غرض پردھان ترگناتمک ہے۔ پرلے میں تینوں گنوں کی۔ چونکہ سامیہ اوستھا یعنی حالت ہموار ہوتی ہے۔ اِس واسطے سرشٹی نہیں ہوتی۔ سرشٹی کے وقت بعض گُن دُوسروں کو دبا کر اُن پر غالب ہوتے ہیں۔ اور چونکہ اِس غلبے کے درجوں کی انتہا نہیں ہے۔ اِس واسطے لاتعداد اشیا ہو سکتی ہیں۔ ستو ہلکا ہے رج کریاتمک یعنی باعث حرکت ہے اور تم بھاری ہے۔ نفس انسانی کے لحاظ سے دیکھئے تو ستو پرکاشاتمک مانا گیا ناتمک ہے۔ رج چنچلتا آتمک اور تم موہ آتمک۔ یہ ان تینوں گُنوں کی خصوصیتیں ہیں۔

پرکرتی کی حالت ہموار کو شُشپتی سمجھ لو۔ اب یہ دیکھو کہ غفلت کی نیند سے آدمی کی آنکھ کھُلے گی تو اُسے کیا احساس یا انُوبھو ہوگا۔ یہی کہ مَیں نیند میں جیسا پتھر بنا پڑا تھا، وہ حال تو اب نہیں ہے۔ احساس ہے۔ لیکن مخصوص احساس نہیں کہ مَیں کیا ہُوں اور میرے گرد و پیش کیا کیا ہے۔ اسی حالت کا نام مہت تتو یا بُدھی ہے۔ یہاں تم اور رج دب گئے ہیں۔ اور صرف ستوگُن پردھان ہے جس کا خاصّہ پرکاش ہے۔ اور یہ پرکاش ستھر یعنی قائم ہے۔ ڈانواڈول نہیں ہے۔ جب کسی شے کا نشچے ہو جاتا ہے اُس وقت بھی نفس ڈانواڈول نہیں رہا کرتا۔ بلکہ اُسے قیام نصیب ہو جاتا ہے۔ یہ بُدھی ہی کی حالت ہے۔ اِسی وجہ سے بُدھی کو نشچے آتمک کہا جاتا ہے۔

(باقی آئندہ)

عشق الٰہی کی رُوح

(مہاتما جیمز ایلن)

ہر ایک اِنسان کے دِل میں نہایت پوشیدہ اور چھپی ہُوئی عشق الٰہی کی رُوح ہے۔ جس کا پاک اور بے عیب جوہر غیر فانی اور اَبدی ہے۔ مگر اکثر اُس عشق الٰہی کے اُوپر اور چاروں طرف بہت سی سخت اور ناقابل گزر چیزیں جمع رہتی ہیں۔ جن کے باعث اِنسان اُس کی تہ تک مشکل سے پہنچ سکتا ہے۔ اِنسان میں معرفت حقیقی یہی ہے۔ یہی شے ہے۔ جو خداوند پاک سے تعلق رکھتی ہے۔ اور جو اصلی اور غیر فانی ہے۔ اور تمام چیزیں بدلتی رہتی ہیں اور غائب ہو جاتی ہیں۔ صرف یہی شئے پائدار اور لازوال ہے۔ شب و روز کی لگاتار محنت سے اعلےٰ درجہ کی راست روی اِختیار کر کے اس عشق الٰہی کو بخوبی سمجھنے ہی میں زندگی بسر کرنے اور اِس سے پُورا پُورا ماہر ہو جانے سے اِنسان اسی جگہ اور اسی وقت عالم جاودانی میں داخل ہو سکتا ہے۔ اور اِس قسم کے اِنسان اور معرفت اور خداوند تعالےٰ میں ایک اتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی اِنسان اپنی مقدس اور اَبدی فطرت کو پہچان لیتا ہے۔

اِس عشق الٰہی تک پہنچنے، اِس کے سمجھنے اور محسوس کرنے کے لئے ہر ایک شخص کو اپنے دل و دماغ پر بڑے استقلال اور محنت سے کام کرنا لازم ہے۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ وہ اپنے علم کو از سرِ نو جاری رکھے اور اپنے اعتقاد کو مضبوط رکھے۔ کیونکہ شاہد ازلی کے جاہ و جلال اور حُسن و جمال کا جلوہ دیکھنے سے پہلے اُسے بہت کچھ رذائل دُور کرنے اور بہت کچھ فضائل حاصل کرنے ہیں۔

جو شخص الوہیت کے دَرجہ تک پہنچنا چاہتا ہے، اور کامل ہونے کی کوشش کرتا ہے بہت کچھ تکلیفیں اُٹھانی پڑے گی، اور یہ قطعی ضروری ہے۔ ورنہ کوئی شخص وہ اعلےٰ درجہ کا علم کس طرح حاصل کر سکتا ہے۔ جس کے بغیر نہ اصلی دانائی مُیسّر آ سکتی ہے، نہ الوہیت۔ جس قدر یہ شخص آگے بڑھے گا اور ترقی کرے گا۔ اِس کا تمام کام کبھی کبھی بے سُود معلوم ہوگا۔ اور اُس کی تمام کوششیں رائگان جائیں گی گا ہے ماہے جلدی کرنے سے اس شخص کی اپنے خیال میں قائم کی ہوئی ذہنی تصویر بگڑ جائے گی، اور شاید جب اُسے یہ خیال ہے کہ میرا کام تقریباً پُورا ہو گیا، تو اُسے معلوم ہو گا کہ جس شئے کو وہ عشق الٰہی کی خوبصورت شکل خیال کئے بیٹھا تھا۔ وہ بالکل نیست و نابود ہو گئی۔ اور اپنے گذشتہ تلخ تجربے کو اپنا رہنما اور معاون بنا کر اُسے۔ از سرِ نو شروع کرنا ضروری ہے۔ لیکن جس شخص نے پکا ہو کر اپنے آپ کو اعلےٰ ترین ہستی کے سمجھنے میں ہمہ تن مصروف کر دیا

ہے۔ یہ شخص بالکل نہ معلوم کرے گا کہ شکست یا ناکامیابی کیا شے ہوتی ہے۔ ہر قسم کی ناکامیابی ظاہری ہے اصلی نہیں۔ ہر ایک قسم کی لغزش۔ ہر ایک قسم کا تنزل یا زوال اور بار بار خود غرضی کی طرف عود کرنا۔ یہ ایک قسم کا سبق اور ایک قسم کا تجربہ ہے جس کے ذریعہ کچھ نہ کچھ دانائی کا ذرہ استخراج کیا جاتا ہے، اور اس سے کوشش کرنے والے کو اپنے اعلےٰ مدعا کی تکمیل میں مدد ملتی ہے۔ یہ جان لینا کہ اگر ہم ہر ایک ذلیل کام کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں تو ہم اپنی برائیوں کا ایک زینہ بنا سکتے ہیں۔ اس راستہ میں داخل ہونا ہے، جس سے ہم لاکلام الوہیت کے درجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ اور جس شخص کو یہ علم ہے، اس کی ناکامیاں۔ برتر چیزوں کے حاصل کرنے میں سیڑھیوں کا کام دیتی ہیں۔

اگر تم ایک دفعہ یہ سمجھو کہ تمہاری ناکامیابیاں تمہاری تکلیفیں اور رنج بمنزلہ لسان الغیب کے ہیں۔ جو تمہیں صاف صاف یہ بتاتی ہیں۔ کہ تم میں کہاں کہاں کمزوریاں اور نقص ہیں۔ اور کہاں تم اصلی اور ایزدی رتبہ سے گر گئے ہو، تب تم برابر اپنے چال چلن کو غور سے دیکھتے رہو گے، اور ہر ایک قسم کی لغزش اور سخت تکلیف سے یا ٹھوکریں کھا کھا کر تمہیں ثابت ہو جائے گا کہ تمہیں کہاں سے کام شروع کرنا ہے۔ اور کون سی بات تمہیں اپنے دل سے دور کرنی ہے۔ تاکہ تم اپنے دل کو خدا کی مشابہت پر اور کامل محبت کے قرب پر لے آؤ۔ اور جس قدر تم آگے ترقی کرو گے، اور دن بدن اندرونی خود غرضی سے اپنے آپ کو علیحدہ کرو گے، اسی قدر بے غرضانہ محبت رفتہ رفتہ تم پر ظاہر ہو جائے گی۔ اور جب تم حلیم اور متحمل ہوتے جاتے ہو۔ تمہارا ٹیڑھا پن، بدمزاجی اور غصہ تم سے دور ہوتا جاتا ہے۔ اور زیادہ طاقت ور انسانی خواہشیں اور تعصبات تم پر غلبہ نہیں پاتے۔ اور تم ان کے بس میں نہیں رہتے۔ اس وقت تمہیں معلوم ہوگا کہ محبت ایزدی تم میں پیدا ہوتی جاتی ہے۔ تم قرب ایزدی حاصل کرتے جاتے ہو۔ اور تم اس بے غرضانہ محبت سے دور نہیں ہو۔ جس کا حاصل کرنا امن اور جاودانی حالت کا ملنا ہے۔

محبت ایزدی یا عشق الٰہی اور انسانی محبت میں بڑی بھاری تمیز یہ ہے کہ عشق الٰہی تعصب یا یکطرفہ محبت سے بری ہوتا ہے۔ انسانی محبت اور کل چیزوں کو چھوڑ کر ایک شے سے ہوتی ہے۔ اور جب یہ شے اس کے محبت کرنے والے کے پاس سے دور ہو جاتی ہے۔ تو اس کو بڑا سخت رنج اور بڑی بھاری تکلیف ہوتی ہے۔ عشق الٰہی کل کائنات پر حاوی ہے۔ اور یہ عشق کسی خاص چیز سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس میں کل شے بہ حیثیت مجموعی داخل ہے۔ اور جو شخص اپنی انسانی محبتیں کو رفتہ رفتہ پاکیزہ اور فراخ کر لیتا ہے یہاں تک کہ ہر ایک قسم کے خود غرضانہ اور ناپاک خیالات قطعی غارت ہو جاتے ہیں، تو وہ شخص تکلیف اور دکھ درد سے چھوٹ جاتا ہے۔ چونکہ انسانی محبتیں تنگ اور محدود ہوتی ہیں۔ اور خود غرضی پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اسی لئے یہ تکلیف کا باعث ہیں۔ جو

محبّت کہ بالکل ایسی صاف اور خالص ہے کہ وہ اپنے لئے کچھ نہیں چاہتی۔ ایسی بے غرضانہ محبّت سے
کسی قسم کی تکلیف پیدا نہیں ہو سکتی۔ تاہم عشق حقیقی تک پہنچنے کے لئے عشق مجازی ضرور
ہے۔ اور کوئی شخص عشق حقیقی میں شریک نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اُس میں عشق مجازی یعنی
پُرجوش اور ازحد گہری انسانی محبّت نہ ہو۔ انسانی محبتوں اور انسانی تکلیفوں میں سے ہی گزر کر عشق الٰہی
تک پہنچ سکتے ہیں اور اس کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

فانی صورتوں کی طرح جن پر انسان مفتون ہیں۔ انسانی محبتیں بھی فانی ہیں۔ لیکن ایک اور عشق
ایسا ہے جو ہرگز فنا نہیں ہوتا، اور اس کا لگاؤ ظاہری صورتوں سے نہیں ہے۔

جتنی انسانی محبتیں ہیں۔ اِن سب کے مقابلہ میں انسانی نفرتیں یا عداوتیں ہیں۔ لیکن ایک ایسا
عشق اور محبت بھی ہے۔ جس کے مقابلہ میں ایسی کوئی شے نہیں ہے۔ یہ عشق الٰہی ہے، اور تمام قسم
کے خود پرستی کے داغ و دھبہ سے بالکل پاک ہے، اور اس کی مہک سے ہر چہار طرف معطر ہیں۔
انسانی محبتیں محبت ایزدی کی عکس ہیں اور رُوح کو اس اصلی محبت کے قریب تر کھینچتی ہیں۔
جو فکر و تکلیف اور انقلاب سے بالکل نا آشنا ہے۔

بہتر ہے کہ ماں اپنے بچے سے ازحد محبت ظاہر کرے۔ جو ایک بے کس اور چھوٹی سی گوشت کی
لوتھ کی مانند اُس کے سینہ پر پڑا ہُوا ہے۔ اور وہی ماں جب اپنے بچے کو بستر مرگ پر پڑا ہُوا دیکھے تو
غم کے آنسو بہائے اور مارے رنج والم کے تڑپ جائے۔ بہتر ہے کہ اُس کے آنسو جاری رہیں۔ اور
اُس کا دل دُکھے۔ کیونکہ اسی طرح سے اُس کو دُنیاوی چیزوں اور خوشیوں کی چنچل خاصیت یاد آئے
گی۔ اور وہ بتدریج ابدی اور غیر فانی اصلی محبت کے قریب تر پہنچ جائے گی۔

بہتر ہے کہ عاشق۔ بھائی۔ بہن۔ خاوند۔ بیوی سخت رنج سہیں، اور جس ظاہری شے پر وہ دل
و جان سے فدا ہیں۔ اُس کے چھن جانے پر مایوسی اور غم کی حالت اُن پر طاری ہو جائے۔ تاکہ وہ
اپنی محبت اس غیر مرئی منبع یعنی سب کے حقیقی پتا کی طرف لگائیں۔ جس میں مسترہ خوشی اور پورا
پورا اطمینان حاصل ہو سکتا ہے۔

بہتر ہے کہ مغرور، بلند نظر، حریص اور خود پسند لوگ شکست، ذلت اور تباہی اُٹھائیں، اور وہ
مصیبت کی جھلسانے والی آگ میں سے ہو کر گزریں۔ کیونکہ اسی طرح سے سرکش اور ضدی شخص زندگی
کے پیچیدہ معاملہ پر غور کرنے کے لئے آمادہ ہو سکتا ہے۔ اور اسی طرح سے انسان کا دل نرم اور پاک
ہو کر معرفت حقیقی کے سمجھنے کے لئے تیار ہو سکتا ہے۔

جب انسانی محبت کے دل میں رنج کا کانٹا چبھتا ہے۔ اور جب دوستی اور اعتبار کے خیالات
سے معمور رُوح کو تاریکی، تنہائی اور جُدائی کے خیالات منغض کرتے ہیں۔ ایسے ہی اوقات میں دل

لازوال اُور اَبدی خداوند تعالےٰ کی محبّت کی طرف رجُوع کرتا ہے۔ اُور وہیں پناہ اُور امن ڈھونڈھتا ہے۔ اُور جو شخص اِس اعلےٰ محبّت میں پناہ گزین ہوتا ہے۔ وہ دُکھی ہو کر مایُوسی سے اُلٹا نہیں پھرتا۔ نہ وہ رنج سے آزردہ ہوتا ہے، اُور نہ تاریکی سے سرگردان ہوتا ہے۔ اُور یہ بھی نہیں ہوتا کہ مصیبت کے وقت سب لوگ اُسے چھوڑ کر چلے جائیں اُور کوئی اُس کا ساتھ نہ دے۔

عشقِ الٰہی کی عظمت اُور جلال صرف اُس شخص کے دِل میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ جو رنج و الم اُٹھا کر شُدھ ہو گیا ہے۔ اُور پاک ہو گیا ہے۔ اُور خُدائی حالت کا نُور صرف اُسی وقت دِکھائی دے سکتا ہے۔ اُور سمجھ میں آ سکتا ہے۔ جبکہ جہالت اُور خود پرستی کے بے جان اُور بے ڈول لوازمے بالکل خارج ہو جائیں۔

اُسی محبت کو محبّت ایزدی کہہ سکتے ہیں۔ جو ذاتی خوشی یا صلہ کی طالب نہیں۔ جو مختلف چیزوں میں کسی قسم کی تمیز نہیں کرتی۔ اُور جس میں پیچھے سے دِل کو دُکھ دَرد نہیں پہنچتا۔

جو لوگ خود پرست ہیں اُور بدی کی تکلیف دہ صُورتوں کے گرویدہ ہیں۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ محبّت ایزدی ایک ایسی شے ہے۔ جو اُس خُدا سے تعلق رکھتی ہے۔ جس تک ہماری پہنچ نہیں۔ اُور وہ ایک ایسی شے ہے۔ جو ہم سے دُور ہے۔ اُور جو ہمیشہ کے لئے ہم سے دُور رہے گی، اُور ہمیں کبھی مُیسّر نہیں آئے گی۔ فی الحقیقت محبّت ایزدی ہمیشہ خود پرستی سے بہت پرے ہے۔ لیکن جبکہ نفس اُور دِل میں سے خودی خارج ہو جاتی ہے تو بے غرضانہ محبّت، اعلےٰ محبّت، وہ محبّت جو خداوند تعالےٰ اُور مجسّم نیکی سے تعلق رکھتی ہے۔ ہمیشہ کے لئے اِنسان کے اندر گھر کر لیتی ہے۔ اُور دِل کا اصلی جُزو بن جاتی ہے۔ اُور اِس پاک محبّت کا دِل میں بخوبی سمجھنا ہی حضرت عیسےٰ کی وہ محبت ہے جس کا بہت کچھ ذکر اذکار ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جس کو لوگ بہت کم سمجھتے ہیں۔ یہ اعلےٰ اُور پاک محبّت رُوح کو گُناہ سے نجات ہی نہیں بخشتی۔ بلکہ اسے اس قدر بالاتر رُتبہ پر پہنچا دیتی ہے۔ کہ وہ پھر بُرائی یا بدی کی طرف ہرگز راغب نہیں ہو سکتی۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس قسم کی اعلےٰ اُور پاک محبّت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ اصلی گیان یا راستی یا معرفتِ حقیقی کی رُو سے اس سوال کا جواب یہی ہے اُور یہی ہو گا۔ کہ "پہلے تو اپنے آپ کو خالی کر اُور مَیں تجھے بھر دُوں گا"۔ عشقِ الٰہی معلوم نہیں ہو سکتا۔ جب تک خودی زائل نہ ہو جائے۔ کیونکہ خودی کا ہونا عشق سے مُنکر ہونا ہے۔ اُور جو شے کہ معلوم ہے۔ اُس سے ہم کس طرح منکر ہو سکتے ہیں۔ جب تک کہ خودی کو دِل سے علیحدہ نہ کیا جائے۔ تب تک عشق کی خالص رُوح جہالت کی قیود نہ توڑے گی۔ اُور اپنے جاہ و جلال میں جلوہ گر نہ ہو گی۔

مثلاً تمہارا یقین ہے کہ حضرت عیسےٰ مقتول ہُوئے اُور پھر زندہ ہو گئے۔ مَیں یہ نہیں کہتا۔

کہ یہ تمہارا اعتقاد غلط ہے۔ لیکن اگر تم اِس امر پر یقین کرنے سے اِنکار کرو کہ محبّت کی پاک اور شریف رُوح تمہاری خود غرضانہ خواہشوں کی تاریک صلیب پر روزمرہ کھینچی جاتی ہے۔ تو پھر میں تم سے یہ ضرور کہوں گا کہ اِس قسم کا یقین نہ کرنا سراسر تمہاری غلطی ہے۔ اور معلوم ہُوا کہ تم نے حضرت عیسےٰ کی محبّت کی اصلیت کو قطعی نہیں سمجھا۔

تم کہتے ہو کہ ہم نے حضرت عیسےٰ کی محبت میں نجات کا مزہ چکھ لیا ہے۔ یعنی نجات حاصل کر لی ہے۔ کیا تم نے ان باتوں سے بھی نجات حاصل کر لی ہے۔ یعنی اپنے مزاج، اپنی زود رنجی، اپنی خود بینی۔ اپنا ذاتی کینہ، اپنی رائے۔ اور اوروں کو بُرا ٹھیراتے سے۔ اگر اِن باتوں سے نجات حاصل نہیں کی ہے تو پھر کس چیز سے نجات حاصل کی ہے اور کس چیز میں حضرت عیسےٰ کا کایا پلٹ دینے والا عشق حاصل کیا ہے؟

جس شخص نے عشق الہٰی کو بخُوبی سمجھ لیا ہے۔ وہ ایک نیا آدمی بن گیا ہے۔ گویا اُس کی کایا پلٹ ہو گئی ہے اور خودی کے پُرانے خیالات نے اُس پر غلبہ نہیں پایا ہے۔ ایسا شخص اپنے علم، اپنی پاکی، خود ضبطی، اور دریا دلی اور کامل شرافت کے لئے مشہور ہے۔

عشق الہٰی یا بے غرضانہ محبت صرف ایک تاثر یا اعلےٰ درجہ کا جذبہ ہی نہیں ہے۔ یہ علم کی ایک ایسی حالت ہے۔ جو بدی کے تسلّط اور بدی کے یقین کو غارت کر ڈالتی ہے، اور اعلےٰ درجہ کی نیکی کا آنند قلبی اور سرور رُوحانی حاصل کرتی ہے۔ جو لوگ علم الہٰی سے ماہر ہیں اور عشق الہٰی کے قائل ہیں۔ اُن کے نزدیک علم اور عشق ایک چیز ہے اور دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

"جستجو"

زمانے میں مجھ کو تیری جستجو ہے
ہے ارض و سما میں ترا ہی تو جلوہ
کوہِ طور پر تجھ کو موسےٰ نے دیکھا
حسیں تو نے عالم میں سب کو بنایا
نہ مندر میں مسجد میں گرجے میں پایا
سبھی برگ و گُل کہہ رہے ہیں زباں سے
بھگت کیلئے تو ہے ساکار ہر دم

بسا فقط دل میں مرے ایک تو ہے
ترا چرچا ورِد زباں کو بکو ہے
مرے دل میں بھی بس یہی آرزو ہے
تجھے بھی تو دیکھوں کہ کیا خوبرو ہے
جہاں ذکر تیرا ہی شام و صبح ہے
تری ہی چمن میں یہ سب رنگ و بو ہے
نہاں تھا تو ہی؛ اب تو ہی روبرو ہے

خودی میں خدا شان آئے نظر کیوں
ترے میں سراپا "ہی" "میں" "توں" کی بو ہے

از
شری شانتی سروپ جی شان
چنڈی گڑھ

تلاشِ حق

شری ۱۰۸ سوامی ہری اوم پرنانند جی
رشی کیش

جو اُس سانولے کو سدا ڈھونڈتا ہے
ارے دل! تو اُس کو کہاں ڈھونڈتا ہے
ہر اک جسم و دل میں وُہی ہے چمکتا
ملے گا نہ اُس کو کبھی بھی وہ ہرگز
تھا لڑکا بغل میں جو پُوچھا کسی نے
دگارو کے کہنے پسر گم ہُوا ہے
بُجھایا بغل میں ہے لختِ جگر وہ!
سنبھل کے جو دیکھا ہے لڑکا بغل میں
وہاں باپ بیٹا تھے لیکن یہاں پر
جیسے ڈھونڈنے کا عمل پڑ چکا ہے!

اُسے ایک دن سانولا ڈھونڈتا ہے
وُہ تجھ میں چھپا ہے کہاں ڈھونڈتا ہے
جیسے جنگلوں میں پھرا ڈھونڈتا ہے
جو اُس دِل سے باہر پڑا ڈھونڈتا ہے
ارے کُو بہ کُو تُو کیا ڈھونڈتا ہے۔
بہت دیر سے غمزدہ ڈھونڈتا ہے
جیسے کُو بہ کُو تُو پھرا ڈھونڈتا ہے
ہُوا دیکھ حیراں جیسے ڈھونڈتا ہے
ہے مطلوب خُود جو پھرا ڈھونڈتا ہے
وہ اِس ڈھونڈنے میں مزا ڈھونڈتا ہے

اِدھر بن گئے طالب اُدھر آپ مطلوب
عجب لُطف پُورن ہُوا ڈھونڈتا ہے

میرے پاس کھڑے ہیں

امیر الشعرا دیوان پنڈت [illegible]

خود کرشن کنہیا تو میرے پاس کھڑے ہیں
رادھا نے کہا پردہ غفلت کو اُلٹ کر
ویران میرا گھر ہے مگر خوف نہیں ہے
کُھل جائے اگر چشمِ عقیدت میرے دل کی
بھولی ہے نہ بُھولے گی سُداماں کی کہانی
جمنا کے کناروں پہ میں کیوں ڈھونڈ رہا ہُوں
بےکس کی پُکاروں کو بھلا کیوں نہ سُنیں گے
میں کیوں کہوں اور کس سے کہوں تنگ کی حالت
مشکل میں دلِ زار کو اُمید یہی ہے
یہ سانپ مُصیبت کے مجھے ڈس نہیں سکتے
کیوٹ نے چرن دھو کے شری رام کے سمجھا

گوکل کے بسیّا تو میرے پاس کھڑے ہیں
لیلا کے رچیّا تو میرے پاس کھڑے ہیں
اُجڑی کے بسیّا تو میرے پاس کھڑے ہیں
بلدیو کے بھیّا تو میرے پاس کھڑے ہیں
تندل کے چبیّا تو میرے پاس کھڑے ہیں
بنسی کے بجیّا تو میرے پاس کھڑے ہیں
گئوؤں کے چریّا تو میرے پاس کھڑے ہیں
ساڑھی کے بڑھیّا تو میرے پاس کھڑے ہیں
بگڑی کے بنیّا تو میرے پاس کھڑے ہیں
ناگوں کے نتھیّا تو میرے پاس کھڑے ہیں
نیّا کے کھویّا تو میرے پاس کھڑے ہیں

چُپ چاپ قمر بیٹھا ہُوں چرنوں کو پکڑ کر
آہوں کے سُنیّا تو میرے پاس کھڑے ہیں

ست سنگ کی مہماں

از قلم سنت نارائن سنگھ جی

ہم دیکھتے ہیں کہ فی زمانہ وِدوان لوگ خصوصاً ست سنگ سے نفرت کرتے ہیں۔ چند مغربی اور مشرقی علوم کی کتابیں
وہ اپنے تئیں اس قابل سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ اُن کے پاس اب کافی روشنی ہے۔ جس میں وہ ہر ایک بات کو بخوبی سمجھ
سکتے ہیں۔ اگر وہ کسی مہاتما کی صحبت میں بیٹھتے بھی ہیں، تو نیک نیتی سے نہیں، بلکہ عیب چینی کے لئے۔ اور جن لوگوں
کو اس عیب سے خلاصی ہوئی ہے۔ وہ اپنے داؤ پیچ سے اس آتم دھن پر ڈاکہ مارنا چاہتے ہیں۔ وہ مہذب ڈاکو ہیں۔
وہ کسی قدر ظاہری عزت اور خدمت کے بدلے آتم گیان حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ لیکن انہیں انجام میں دردناک
ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اول تو دیرگھ درسی آتم گیانی ایسے دنبھی لوگوں کے قابو نہیں آ سکتے۔ اور اگر انہیں ایسے
لوگوں سے واسطہ پڑ بھی جائے۔ تو وہ انہیں ان کی بھاؤنا کے مطابق پھل دیتے ہیں۔ یہ وِدیا۔ جیسا کہ پنڈت وشنو
شرما نے اپنی پنچ تنتر پستک میں لکھا ہے کہ بغیر عمل کے زہر قاتل ہے۔ بعینہ جس طرح ناہضم شدہ غذا معدہ میں زہر کا اثر رکھتی
ہے۔ اور انواع و اقسام بیماریاں پیدا کرتی ہے۔ بعض ایسے بھی ہیں، جو کسی مہاتما کی عزت کرنا گوارا نہیں کر سکتے۔
اُن کے نزدیک اُستاد دنیا میں ہے ہی نہیں۔ وہ خود ہی اپنے محدود علم کے بھروسے اُستاد بننا چاہتے ہیں۔ لیکن
ذرا سوچنے کا مقام ہے۔ جو آدمی طالب علم ہونا پسند نہیں کر سکتا۔ وہ معلم کیسے بن جائے گا۔ جس نے متابعت نہیں
کی وہ حکومت کیسے کر سکے گا؟

آزادی ہمیشہ انتہائی پابندی سے آیا کرتی ہے۔ پابندی سکھلانا کام اُستاد کا ہے۔ یہ راز سینہ بہ
سینہ چلا آیا ہے اور چلا جائے گا۔ کئی وِدوان خود پیدا کردہ بھنور میں پڑ کر غرق ہو گئے۔ لیکن اس راز کا
سُراغ انہیں مل نہ سکا۔ آتم دھن زبردستی چھینا جا نہیں سکتا۔ نہ چُرایا جاتا ہے، نہ اس پر ڈاکہ لگ
سکتا ہے، یہ رُوحانی کیف ہے۔ جو کہ رُوح کی ذاتی صفت ہے۔ رُوح مادہ سے پرے ہونے سے چوری
ڈاکہ وغیرہ کی زد سے بالاتر ہے۔ اس لئے وہاں کسی کی رسائی نہیں ہے۔ ہاں وہی لوگ اسے حاصل کر
سکتے ہیں۔ جو خودی کو چھوڑ خاک در خاک ہو چکے ہیں۔ ست گُورو کا بچن ہے۔

ل۔ پنڈت میل نہ چُکئی جے وید پڑھ جگ چار ست ترے گُن ترما یا مول ہے وچ ہومے نام وسار
ب۔ مکھ تے پڑھتا ٹیکا سہت ــــ ہردے رام نہیں پُورن رہت

ارتھ:۔ (۱) اے پنڈت جی (وِدوان پُرش) اگر تم چالیس لاکھ برس چاروں ویدوں کو پڑھتے

---

۱ چار یگوں کی عمر ۴۳ لاکھ ۲۰ ہزار برس ہے۔

رہو۔ تو بھی ترِ گُنی مایا جو دُکھ اور پاپ کی جڑ ہے۔ کاٹی جائے گی۔ کیونکہ جب تک خودی موجود ہے۔ سروپ کی سمرتی نہیں ہو سکتی۔

(ب) مُنہ سے تم لوگ ٹیکا سمیت شلوک پڑھتے ہو، مگر تمہارے دِل میں رام کا نواس نہیں ہے۔ بلکہ وِشے وکار وہاں رہتے ہیں۔ اور تمہاری عملی زندگی پاپ کی میل سے پُر ہے۔ پس تمہیں سچا سُکھ نصیب نہیں ہوگا۔

وِدیا کا پھل انکساری ہے۔ اگر وِدیا پڑھ کر انسان اپنے تئیں اونچا خیال کرے تو یہ اَودیا میں تبدیل ہو جائے گی۔ ست گورو کہتے ہیں۔ ہوہ رین تُوں سگل کی میرے من تو آنند منگل سُکھ پایئے۔

اَرتھ :۔ اَے دِل تو سب کے قدموں کی خاک بن جا۔ تو تجھے شریرک (سُکھ) مانسک (منگل) اور آتمک (آنند) خوشی حاصل ہوگی۔

ناظرین! آپ دیکھ رہے ہیں۔ کہ آج کل شردھا بالکل گھٹ رہی ہے۔ ماں باپ، اُستاد اور مہاتما جنوں میں وشواش کم ہو رہا ہے۔ لوگ محض اپنی وِدیا اور عقل کے سہارے چل رہے ہیں۔ لیکن بغیر شردھا کے گیان ہونا ناممکن ہے۔ ایسا بھگوان نے گیتا (۴/۳۹) میں کہا ہے۔

میرا مُدّعا، اِس اپیل میں دُوسرے گروہ کے پریمیوں کی توجہ ویدانت کے پریوجن کی طرف قائم کرنے کا ہے۔ اِن سوالات مثلاً (ا) پریم تو ایک ہے یا دو۔ (ب) سنسار اناد ی ہے یا فانی (ج) عنصر چار ہیں یا پانچ۔ (د) تناسخ ہے یا نہیں۔ (س) رُوح موکش کے بعد لوٹ کر آتا ہے یا نہیں۔ (ص) ایشور یعنی خالق ہے یا کہ نہیں۔ ان کی بابت بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ جیسی کہ دُکھ کی نورتی کی دوا کسی لائق اور تجربہ کار حکیم سے لے کر استعمال کرنے کی ہے۔ یہ بات کسی وِدوان سے چھپی ہوئی نہیں، کہ جب مل یعنی پاپ کا بیج ہمارے دِل میں ہے، ہمارا دِل یکسو نہیں ہو سکتا۔ اور یکسوئی کے بغیر ہوا کیا جو کہ گیان کا متبرک بیج ہے۔ ہمارے قلب کی گندہ زمین ثمر دے نہیں سکتا ہے۔ کیونکہ پاپ سے دُکھ کا ہونا لازمی امر ہے اور دُکھ روگ کا دُوسرا نام ہے۔ اور روگی آدمی کوئی کام چاہے جسمانی ہو یا ذہنی ہو، پُوری طرح سے سرانجام کر نہیں سکتا۔ رُوحانی شغل یا (آتمک سادھن) کی بات کیا ہے۔ وہ تو ان کی نسبت ہزار درجہ مشکل ہے۔ جس اگیان (مرض جہالت) کو پنڈت لوگ انادی بیان کرتے ہیں یعنی یہ ایک عارضہ قدیمی ہے، تو اس کا دُور کرنا بھی مشکل ترین ہے۔

اب دُکھ یعنی روگ بغیر دوا کے دُور نہیں ہو سکتا اور دوا کے مختلف اُوپان ہُوا کرتے ہیں۔ مختلف انسانوں میں خصلتیں مختلف ہونے کے باعث مختلف اُوپان تجویز کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور ابتدا میں بغیر ڈاکٹر کی صلاح کے نسخہ خود تجویز کرنا کسی انسان کے لئے مشکل ہے۔ اگرچہ بعد میں خود ہی دوائی سوچی جا سکتی ہے۔ لیکن بعض سیانے ڈاکٹر بھی دُوسروں سے مشورہ لے کر اپنا علاج کیا کرتے ہیں۔ اور علاج (استعمال اَدویہ) بغیر پرہیز کے سُود مند نہیں ہو سکتا۔ جب تک پاپ کی میل کو صاف نہیں کیا جاتا۔

درگاہِ ایزدی میں قبولیت محال ہے۔ گورو فرماتے ہیں:۔

"نانک آگے اُتم سیئی۔ جس پاپاں پندھ دیئی"

ارتھ:۔ اسے نانک تو اعلان کر دے۔ کہ اے انسانو! خُدا کی درگاہ میں عزت اُنہیں لوگوں کی ہے۔ جنہوں نے گناہ کے راستہ سے کنارہ کیا ہے۔ توحید کے پابندوں کے لئے یہی اعلان دیگر الفاظ میں درج کیا جاتا ہے تاکہ وہ بھی اس فرمان ایزدی سے حظ اُٹھا سکیں۔ درگاہ سے مُراد آتم پد ہے۔ بدیں صُورت عارفین کے لئے بشارت دی جاتی ہے کہ اپنے سروپ میں سمقتی کے سرلشٹ ادھکاری وہی لوگ ہیں۔ جن کا انتہ کرن گناہ کی کثافت سے آلودہ نہیں ہے۔ رُوح چاہے برہم رُوپ ہے یا برہم سے جُدا ہو۔ نجات چاہے اُبدی چاہے فانی ہو۔ دُنیا ست ہو یا است ہو۔ پُنر جنم (تناسخ) برحق ہو یا وہمی۔ تاوقتیکہ زہر سے برتن کو پاک نہ کریں گے۔ اُمرت کا اس میں رکھنے کی سعی کرنا فعل احمکانہ ہے، دانشمندانہ نہیں کہلا سکتا۔ بھارت ورت کے عظیم الشان مہاتما کی خدمت میں ایک سادھو تیبر موکش اچھا کے ساتھ یعنی (جس کے دل میں نجات کی خواہش غالب ہو رہی تھی) حاضر ہُوئے، اور آتے ہی اُوپر دیئے ہوئے سوالات پر بحث شروع کی، تو وہ روشن ضمیر رشی بولے:۔

سُنو بیٹا! اگر کسی کو زہریلا تیر لگے اور وہ طبیب سے جو تیر نکالنے گئے۔ یہ کہے کہ جب تک مجھے تیر مارنے والے کی ذات معلوم نہ ہو۔ آیا وہ پست قد تھا، دراز قد تھا، موٹا تھا، پتلا تھا، وہ کہاں رہتا ہے یا کس چیز کی تیر کی نوک بنی تھی۔ کس چیز کی کمان کی نوک بنی تھی وغیرہ وغیرہ معلوم نہ ہوں۔ تب تک میں تیر نکالنے نہ دُوں گا۔ تو وہ شخص سوالوں کے جوابوں سے پہلے مرجاوے گا۔ اسی طرح سے وہ شخص جو فلسفیانہ اور ذہنی سوالات میں مصروف رہے گا۔ مرجائے گا۔ اسے ان اور دیگر قسم کے سوالات کے حل سے نہ امان (شانتی) نہ اصلی علم (یتھارتھ گیان) نہ بیداری (رام جاگرت) حاصل ہوتی ہے جن سے نروان پد حاصل ہو۔ طمع اور ہوس کا تیر ہر ایک کے جگہ میں لگا ہُوا ہے۔ ضرورت اس طبیب کی ہے۔ جو اس زہریلے تیر کو نکال کر، مرہم پٹی کرے۔ جب روگ جائے گا تو آرام کی حالت خود بخود آئے گی۔ جو لوگ روگ کی موجودگی میں اودگتا کی ڈینگیں مارتے ہیں، اور روگ سے انکار کرتے ہیں، وہ جنونی نہیں تو کیا ہیں؟

طالب نجات کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ کاہلی آلودگی ہے۔ شری گوتم بدھ کہتے ہیں:۔

"لہو ولعب، کاہلی، بے اعتدالی، بے چینی سے بڑھ کر کونسی چیزیں ہیں، بُرائی کی طرف مائل کرتی ہیں۔ مجھے معلوم نہیں، کہ ہمت سے بڑھ کر کونسی چیز ہے، جو اتنی آسانی سے بُرائی (دُکھ) سے روکتی اور نیکی (سُکھ) کی طرف لے جاتی ہے۔" ہر وقت اس مقدس اصُول کو دل میں قائم رکھو۔ دُکھ سے رہائی کے لئے سات مقدس اصُول یہ ہیں:۔

۱۔ "میری مچھلیاں، کھڈی، نسیں اور ہڈیاں، ماس اور لہو سُوکھ جائیں اور سڑ جائیں تو بہتر ہے ہے"

اس کے کہ جو کچھ ثابت قدمی سے اور کوشش سے بن سکتا ہے۔ اُس کے لئے اُدّم کو چھوڑ دوں"۔

۲۔ اے عزیز! اگر صحت نہ ہوگی، تو علم و عمل کی تکمیل کہاں ہوگی۔ پس صحتِ جسمانی کے خواہشمند کو پرن کرنا چاہیئے کہ میں ناجائز حظِ نفس سے بچکر رہوں گا۔ کیونکہ یہی سب بیماریوں کی جڑ ہے۔

۳۔ اپنے جسم پر زخم ہونے سے جو تکلیف ہوتی ہے۔ اس کو محسوس کرتے ہوئے طالب پرن کرے کہ میں کبھی انسان یا حیوان کو قتل نہ کروں گا نہ اور کسی قسم کا دکھ دوں گا۔

۴۔ جو صدمہ ہمیں کسی سے دھوکہ ملنے سے پہنچتا ہے، اُسے ہمیشہ مدِنظر رکھتے ہوئے پرن کرنا چاہیئے۔ کہ میں کبھی جھوٹ نہ بولوں گا اور نہ کسی کو دھوکا دوں گا۔

۵۔ جب ہمارے مال پر کوئی جابر آدمی قبضہ کرتا ہے، اس وقت جو دکھ ہمیں محسوس ہوتا ہے۔ اس کا خیال کرتے ہوئے طالبِ نجات پرن کرے کہ میں کبھی دوسرے کی چیز کو بلا اجازت ہاتھ نہ لگاؤں گا۔

۶۔ عقل ہی اندھے انسان کی روشنی ہے۔ جب عقل کا چراغ آپ نے گل کر دیا تو اندھیرے میں ٹھوکریں لگیں گی۔ پس جو نشہ آور اشیاء عقل کو پراگندہ یا کمزور کرتی ہیں۔ ان سے ہوشیار ہو کر بچنا چاہیئے۔ اپنا اُور گنوا کر نہ تو اپنی مدد کرنے کے ہم قابل بن سکتے ہیں۔ نہ دوسروں سے مدد حاصل کرنے کے۔

۷۔ "اخلاق، علم کے معلّم شری گوتم بدھ فرماتے ہیں۔ "حقیقی علم اپنی عیب چینی سے میسّر ہوتا ہے"۔ "اگرچہ دوسروں کی عیب جوئی آسان ہے۔ جب ہماری ذات کے خلاف کوئی جھوٹی تہمت لگاتا ہے۔ تو جو رنج ہمیں پہنچتا ہے۔ ویسا ہی رنج ہماری عیب جوئی سے دوسروں کو پہنچنا چاہیئے"۔ اس لئے طالبِ نجات کو دوسروں کی نِندا، چغلی سے بچنے کا پرن کرنا چاہیئے، اور نہ کسی پر جھوٹی تہمت لگانی چاہیئے۔ یعنی جس کا ثبوت چشم دید ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ ان ہی وجہ سے انسانوں کے درمیان نفاق پڑتا ہے۔

ان سات گناہوں سے بچتا ہوا۔ انسان نجات کی سڑک پر سوار ہونے کے قابل ہوتا ہے۔ محض کتابیں پڑھنے سے نہیں، اور نہ فلسفانہ بحث کرنے سے۔ نجات عملی ہے۔ محض علمی نہیں ؎

دولت اور خوشی کا سمبندھ

از قلم شری کانشی رام جی چاولہ

دُنیا میں دولت کا ہمیشہ بول بالا رہا ہے۔ بڑے بڑے عالم، فلسفہ دان، صاحبِ فہم و ذکا ایک دولت مند کے آستانہ پر جھکتے ہیں۔ بڑے سے بڑا جُرم دولت کی مدد سے چھپ جاتا ہے۔ دولت مند آدمی جہاں جائے، اُسے قدر و منزلت کی جگہ دی جاتی ہے۔ دولت سے من چاہی دُنیاوی چیزیں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ دولت کی مدد سے جائز کو ناجائز اور ناواجب کو واجب ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ دولت کے ذریعے سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کی شکل دی جاسکتی ہے۔ دولت اِنسان کے بڑے سے بڑے عیب پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ دولت کی مدد سے ایک نحیف اور ضعیف آدمی بڑے سے بڑے شہ زوروں کو پچھاڑ سکتا ہے۔

یہ سب کچھ دُرست ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک دولت مند آدمی یہ سب کچھ کرسکنے کے باوجود ضروری نہیں کہ خُوش و خُرم رہ سکے یا اُسے دلی سکون پراپت ہو۔

یہ ٹھیک ہے کہ ہر زمانے میں دولت کے لئے بھاگ دوڑ ہوتی رہتی ہے لیکن یہ بھی ایک صداقت ہے کہ جتنا زیادہ پیچھا جس نے دولت کی فراہمی کے لئے کیا ہے۔ اُتنا ہی وہ خوشی اور اطمینان سے دُور جا پڑا ہے۔ چُونکہ فی زمانہ تو لوگوں نے حصُولِ دولت کو ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھ لیا ہے اور اس کو ہی اپنا دین و ایمان تصوّر کرلیا ہے۔ اس کے لئے ہی ساری جدوجہد ہوتی ہے۔ عزّت جائے، آبرو جائے، نعمت جائے، شہرت جائے، نیند جائے، آرام جائے، دھرم جائے، شرم جائے۔ لیکن دولت مِل جائے۔ بس یہی مقصدِ حیات اس دور میں سمجھ لیا گیا ہے۔ مگر ایسا کرتے وقت لوگ اِس بات کو بھُول جاتے ہیں کہ جس مقصد کے لئے دولت حاصل کی جاتی ہے۔ یعنی اِس سے سُکھ اور خوشی نصیب ہوگی۔ اُس سے محرُومی رہتی ہے۔

بعض لوگوں کو یہ گمان ہوگیا ہے کہ اگر انسان کے پاس روپیہ ہو، تو وہ حصُولِ مُسرت کے تمام سامان مہیا کرسکتا ہے۔ یعنی دولت مند اِنسان سُکھی بھی رہ سکتا ہے اور خوش بھی۔ ان لوگوں کے اِس غلط گمان کا چند زندہ مثالوں سے پتہ لگ سکتا ہے۔

فی زمانہ امریکہ سب سے زیادہ مالدار مُلک ہے۔ لیکن وہاں کے لوگ اِتنے اشانت ہیں کہ کروڑوں ڈالر کی نیند کی گولیاں استعمال کرکے سونے کے قابل ہوتے ہیں۔ اِس قدر دولت پاس رکھنے کے باوجود وہ سکونِ قلب سے محروم ہیں۔ وہاں سے سینکڑوں لوگ رشی کیش اور دیگر مقامات کے مہاتماؤں کے پاس شانتی حاصل کرنے کا سادھن دریافت کرنے آتے ہیں۔ شخصی مثالیں بھی ایسی ملتی ہیں۔ سُنیئے:-

راک فیلر جو کہ تیل کا بادشاہ کہلاتا تھا۔ ایک دفعہ گرجا میں گیا۔ گرجا کی کارروائی ختم ہونے کے بعد وہ پادری کے پاس بیٹھ گیا ـــــ پادری نے پوچھا۔ "آپ کی آمدنی کیا ہے ؟"

"ایک منٹ میں ۳۳۶ ڈالر" راک فیلر نے جواب دیا۔

اس سے ناظرین اس شخص کی آمدنی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کروڑوں روپیہ کی آمدنی تھی۔

چنانچہ پادری نے پوچھا۔ "آپ تو پھر بہت خوش ہوں گے ؟"

"میرے سے زیادہ دکھی انسان شاید ہی دنیا میں کوئی ہو" راک فیلر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ میں بکری کا دودھ پیتا ہوں اور وہ بھی دوائیاں ڈال کر۔ میں نے خاص قسم کے بسکٹ بنوا رکھے ہیں۔ جو دو سے زیادہ کبھی نہیں کھا سکتا۔ نیند جی بھر کر کبھی نہیں سویا۔ تھوڑی سی بات چیت کرنے پر بھی سر میں درد ہونے لگتا ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ کوئی میری ساری دولت لے لے۔ لیکن مجھے روٹی کھانے کے قابل بنا دے۔ تاکہ میں کھانے پینے کا لطف لے سکوں۔ اور مجھے سکھ ملے"۔

یہ تو ہے غیر ملک کی مثال۔ وہاں کی مثال سر ہنری فورڈ کی بھی ہے۔ لیکن اب آیئے اپنے ملک کی طرف۔ یہاں کے کروڑپتی جیل میں ڈال دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ کروڑپتی ہونے کے باوجود انہوں نے ایسی بے ایمانیاں کیں، جو جرم کی نوعیت میں آ گئیں۔ ان پر مقدمے چلائے گئے، اور اب وہ جیل میں پڑے سڑ رہے ہیں۔ اگر دولت، خوشی یا اطمینان دے سکتی ہے، تو ان کے کروڑوں روپے جو ان کے پاس پہلے تھے، انہیں سکھی بنا دیتے۔ لیکن ان کروڑوں روپوں نے ان کی حرص اور لالچ کی آگ کو مزید تیز بھڑکایا۔ اور ان کی بے چینی نے انہیں ایسی بدعنوانیاں کرنے پر مجبور کیا۔ جو بالآخر انہیں جیل میں لے گئیں۔

اب سوال ہو سکتا ہے کہ کیا روپے کے بغیر ایک دنیا دار کا گزارہ چل سکتا ہے ؟ روپے کے بغیر وہ اپنے روزمرہ کے اخراجات کا انتظام کیسے کر سکتا ہے ؟ اس کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ واقعی ایک دنیا دار کو روپے کی ضرورت ہے۔ لیکن اتنا روپیہ جس سے اس کی روزانہ ضروریات بلا کم و کاست پوری ہو سکیں۔ اس سے زیادہ ہوگا تو وہ ضرور تکلیف دے گا۔ لیکن یہ بات پھر بھی نہ بھلانی چاہیئے کہ روپے سے آپ چیزیں تو خرید سکتے ہیں۔ لیکن خوشی نہیں۔ کیونکہ خوشی کے حصول کے وسائل ہیں قناعت، محنت، ایمانداری، نیک چلنی، محبت اور انکساری۔ روپے سے آپ لذیذ سے لذیذ کھانے تو خرید سکتے ہیں مگر بھوک تو نہیں خرید سکتے۔ روپے سے عینک تو خرید سکتے ہیں۔ لیکن بینائی نہیں۔

ایک اور بات بھی یاد رکھیئے اور وہ یہ کہ جوں جوں دولت کی فراوانی ہوگی، دکھوں کا جال پھیلتا جائے گا۔ صرف اسی دولت سے خوشی پراپت ہو سکتی ہے، جو ایمانداری اور دیانت داری سے کمائی جائے۔ اور سنجیدگی اور عقلمندی سے خرچ کی جائے۔ جس قدر اپنی ضرورت سے زیادہ دولت ہو، اسے خلق خدا کی بھلائی اور بہبودی کے لئے تقسیم کیا جائے۔ ایسا عمل کرنے سے وہ دکھ دینے والی نہ رہے گی۔

دولت تو ایک زہریلے سانپ کی مانند ہے جو آدمی سانپ کو پکڑنے کے طریقے کی طرح اس کو پکڑنے کا
ٹھیک ڈھنگ جانتا ہے۔ یعنی اس کا درست طور پر کمانا اور جائز طور پر استعمال کرنا جانتا ہے، وہ تو محفوظ رہے
گا۔ لیکن جو آدمی سانپ کو ویسے ہی ہاتھ ڈال دے، تو سانپ اُس کے ہاتھ پر لپیٹ جائے گا۔ اور ڈنک مار کر
نیچے گرا دے گا۔ بالکل اسی طرح دولت بھی اگر اس کا ٹھیک استعمال معلوم نہ ہو، انسان کو دُکھوں میں جکڑ
لیتی ہے اور جان کی لاگو بن جاتی ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ ناداری اور غریبی کوئی قابل تحسین شے ہے۔ اور نہ ہی ہم دولت کو قابل نفرت چیز سمجھتے
ہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ محض دولت خوشی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ ہم یہ نہیں مان سکتے اور نہ ہی تجربہ اور مشاہدہ سے
یہ بات ثابت ہوتی ہے۔

دولت صرف اتنی ہو کہ انسان اپنی صحیح اور مناسب ضروریات پورا کرنے کے سلسلہ میں محتاج نہ ہو۔
دولت کی نہ تو فراوانی اچھی ہے اور نہ بالکل عدم۔ البتہ روپے کی افراط اُس کے لئے دُکھ کا باعث
نہیں بن سکتی، جو اسے پروردگار کی امانت سمجھے اور اسے عوام کی بھلائی کے کاموں پر خرچ کرتا چلا جائے۔
ورنہ عام حالات میں تو زیادہ دولت ایک تو نخوت اور غرور پیدا کرتی ہے، اور دوسرے گناہ کی ترغیب دیتی
ہے۔ خطرہ پیدا کرتی ہے اور ساتھ ہی دل کے لطیف جذبات کو پامال کرتی ہے۔ ان تمام باتوں سے انسان
کی خوشی بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

لہذا آپ لوگ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ محض دولت کا ہونا خوشی کا موجب ہو سکتا ہے۔ اکثر دانا
لوگ تو مالک سے دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! تو ہمیں کسی کا محتاج نہ بنا اور نہ ہی غنی یعنی امیر۔
دولت کی زیادتی انسان کی روح پر بُرا اثر ڈالتی ہے۔ دولت اور وقت انسانی زندگی کی عظیم ترین
چیزیں ہیں، جو انسان ان دونوں کا ٹھیک استعمال نہیں کرتا، اُس کی روح بیدار نہیں ہو سکتی اور وہ آدمی
خوشی سے محروم رہ کر دُکھی رہتا ہے۔

اس لئے دوستو! زیادہ دولت فراہم کرنے کا خبط اپنے آپ کو نہ لگاؤ۔ ورنہ اس جلیبی کے پھیر میں
پریشان رہو گے۔

(اوم شم)

تعریفی خطوط

آدرنیہ ایڈیٹر صاحب نمسکار ——— میرا خریدار نمبر 4188 ہے۔
رسالہ اوم میں جو مضامین بعنوان شنکا سمادھان شائع ہوتے ہیں۔ قابل تعریف
ہیں۔ سوالوں کے جواب بڑے معقول اور TO THE POINT ہوتے ہیں۔ جن کو ہر ایک معمولی عقل رکھنے والا
انسان بھی آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔ ایسے چوٹی کے لیکھ نہ کبھی پڑھے گئے تھے نہ سُنے گئے تھے۔ آپ شنکا سمادھان
کی پستک بخوشی مجھے وی۔ پی بھجوا دیں۔ گوبند پرکاش (ہندی) بھی بھیجدیں۔ (ایم ایل پال فیروز پور چھاؤنی)
22/7/77

نیتی شتک بھرتری ہری

دولت و قناعت

منظوم ترجمہ از شری ساحر سنامی

کچھ نہیں پرواہ جو بیڑا ڈوب جائے قوم کا
غم نہیں جو علم و فن ہو جائیں دنیا سے فنا

نیست و نابود ہو جائے خرد کا نام بھی
اور رکتا ہے تو رک جائے جہاں کا کام بھی

خواہ جرأت کا نہ کچھ نام و نشاں باقی رہے
ہاں مگر دولت زمانے میں ہمیں ملتی رہے

ہیچ ہیں علم و ہنر دنیا میں دولت کے بغیر
ہو اگر دولت تو سارے کام ہوتے ہیں بخیر

تیز تر ہوں گو کسی انسان کے سارے حواس
رسم و رہ سے بھی ہو واقف زود فہمی[1] بھی ہو پاس

ایک دولت کے نہ ہونے سے اسی انسان کی
ہوتی ہے حالت بدل کر اور سے کچھ اور ہی

یہ صفت دولت کی ایسی ہے نہیں جس کا بدل
جب نہ ہو دولت تو سب باتوں میں آتا ہے خلل

جو بشر زردار ہو کہتے ہیں سب اس کو شریف
عاقل و دانا سمجھتے رہتے ہیں اس کے حریف[2]

الغرض اس کا نتیجہ ہے یہی اے مہرباں!
خوبیاں دولت پہ ہیں موقوف ساری بے گماں

بادشہ کیا ہے اگر نااہل[3] ہو اس کا وزیر
ایک عابد[4] صحبت شاہاں میں ہوتا ہے حقیر

لاڈ سے بیٹا بگڑ جاتا ہے ہو کر بد چلن
علم سے عاری[5] ہو تو کس کام کا وہ برہمن

ہو اگر اولاد نالائق تو ہے وہم و گماں
بے طرح ہوتا ہے رسوا خانداں کا خانداں

صحبت بد میں فنا ہوتی ہے رسم آشتی[6]
دوستی باقی نہیں رہتی نہ ہو جب عاجزی[8]

ظلم سے سارے عروج و اوج[7] ہوتے ہیں فنا
سست ہو انساں تو ہو جاتا ہے زر کا خاتمہ

صورتیں ہیں تین کرتی ہے جو دولت اختیار
اولاً خیرات پھر عیش و مسرت کی بہار

تیسرا حال اس کی بربادی ہے بے وجہ و دلیل
جس میں ہو کر مبتلا انسان ہوتا ہے ذلیل

جب نہ ہو عشرت کا یا خیرات کا اس میں شعور
پھر مقدر اس کا ہے بربادی و نکبت ضرور

اک تراشیدہ[9] گہر مرد دلاور فتح مند
ایک ہاتھی ہو چکا ہو جوش مستی جس کا بند

موسم سرما میں ندی جو سمٹ کر رہ گئی
دوج کا جب چاند مدھم سی دکھائے چاندنی

ایسی عورت جو جوانی کے نشے میں چور ہو
اور جس کا دل ہجوم شوق سے معمور ہو

---

۱ بات کو جلد سمجھ لینا ۲ دشمن ۳ نالائق ۴ عبادت کرنے والا ۵ خالی ۶ دوستی ۷ بلندی ۸ غریبی ۹ تراشا ہوا۔

یا وہ دانی، دان دے دے کر جو مُفلس ہوگیا
الغرض اِس حال میں کمزور جو کوئی ہوا!

اس کی کمزوری بھی ہو جاتی ہے عزّت کا سبب
نیک نامی کا وسیلہ اور شہرت کا سبب

جب ڈبو دیتی ہے اِنساں کو تہی دستی کی رو
ڈھونڈتا ہے مُفلسی میں سیر یا دو سیر جو

جب اُسی اِنسان کو کر دیتی ہے قسمت امیر
اچھی اچھی نعمتوں کو وہ سمجھتا ہے حقیر

بس یہی دو حالتیں بندے کی ہیں جن کے سبب
اُس کو ملتا ہے یہاں ادنٰے و اعلٰے کا لقب

جو سمٹ جاتی ہے اکثر بے زری کے دور میں!
پھیل جاتی ہے وہی شے برتری کے دور میں

اے حکومت کے نشاں اے تاجدار باصفا
چاہتا ہے تو اگر گاوِ زمیں کو دوہنا

پرورش بچھڑے کی صورت کر رعایا کی مدام
جس سے دنیا تجھ کو سمجھے نیک طینت نیک نام

خوش رہی پرجا تو آجائیں گے دن آرام کے
یہ زمیں پھل پھول دے گی مختلف اقسام کے

اِک طوائف کی طرح ہوتی ہے نیتی راج کی!
سخت دل جھوٹی کبھی تو راست گو شیریں کبھی

ہے کبھی قاتل کبھی ہے رحم دل۔ طامع کبھی
ہے کبھی رہ زن کبھی مہر و وفا کی مُدعی

مختلف حالات میں ہوتی ہے بالکل مختلف۔
جس طرح گلزار میں ہوتے ہیں سب گُل مختلف

قدردانی علم کی خیرات و عشرت کا خیال
برہمن کی پرورش اور اُس کی خدمت کا خیال

جب تک اِنسانوں میں پیدا ہوں نہ یہ اچھے صفات
صحبتِ شاہاں بھی حاصل ہو تو ہے بے سود بات

بیش یا کم جو مقدر ہو چکا روزِ ازل!
وہ بہر صورت ملے گا بے تردّد بے خلل

اپنی قسمت سے زیادہ کچھ نہ پاؤ گے کہیں
کانِ زر پر بھی پہنچ جاؤ تو کچھ حاصل نہیں

اُٹھے گا پانی بقدرِ ظرف ہی ہر راہ سے
تم گھڑا چاہے سمندر سے بھرو، یا چاہ سے

ہے قناعت کا یہی مقصد۔ کبھی چھوڑو نہ جی
اہلِ زر کے سامنے دامن نہ پھیلاؤ کبھی

کہہ رہا ہے اَبر سے یوں اِک پپیہا بے زباں!
میری ہستی کا سہارا ایک تو ہے بے گماں

تو ہے دریا دل، سخی، فیاض، سرتا پا کرم
پھر ہے کیوں دستِ طلب کا منتظر، اے محترم

اے پپیہے یاد رکھ نکتے کہ ہیں یہ کام کے
ابر ہوتے ہیں فلک پر مختلف اقسام کے

ایک وہ ہیں جو گرجتے ہیں برس سکتے نہیں
ایک جو بارش سے بھر دیتے ہیں دامانِ زمیں۔

ہاں فقط اِک اَبرِ نیساں ہے گہربار و سخی
چاہیے تجھ کو اسی کے سامنے ہو ملتجی

(باقی پھر)

۱ مُفلسی ۲ لالچی ۳ برتن ۴ فصلِ بہار کا مہینہ ۵ التجا کرنے والا۔

مہابھارت کا ایک سین

درون آچاریہ سنگرام

درون آچاریہ کو سیناپتی ہُوئے یہ پانچواں دِن تھا۔ وُہ جوش میں بھرے ہُوئے پنچالوں کا سنگھار کر رہے تھے۔ پنچالوں کو مرتے اور درون آچاریہ کو پربل ہوتے دیکھ پانڈوؤں کو بڑا دُکھ ہُوا۔ انہوں نے فتح کی آشا چھوڑ دی۔ اُنہیں سندیہہ ہونے لگا۔ کہ یہ مہان اُستر ودِیا آچاریہ کہیں ہم سب لوگوں کا ناش نہ کر ڈالیں۔

پانڈوؤں کو دُکھی دیکھ شری کرشن جی ہنسنے لگے اور ہنس کر کہنے لگے۔ "پانڈوؤ! درون آچاریہ دھنر دھروں میں سرو شریشٹھ ہے۔ اُن کے ہاتھ میں جب تک دھنش ہے۔ تب تک اندر وغیرہ دیوتا بھی انہیں جیت نہیں سکتے۔ جب یہ ہتھیار ڈال دیں۔ تبھی کوئی منش انہیں مار سکتا ہے۔ مَیں سمجھتا ہُوں، کہ اشوتتھاما کے مارے جانے پر یہ یُدھ نہیں کریں گے۔ اِس لئے کوئی جاکر انہیں اشوتتھاما کی مرتیو کا سماچار سُنائے۔"

سب لوگوں نے اِس سے اِتفاق کیا۔ یُدھشٹر نے بھی بڑی مُشکل سے اسے مانا۔ مالوہ کے راجہ اِندر ورما کے پاس ایک اشوتتھاما نامی ہاتھی تھا۔ اُس ہاتھی کو بھیم سین نے گدا سے مار ڈالا اور پھر درون کے پاس آکر زور زور سے کہنے لگا۔ "اشوتتھاما مارا گیا۔" من میں اس ہاتھی کا خیال کرکے یہ جھُوٹی خبر اُڑا دی۔

اُدھر بھگوان کرشن نے یہ سوچا کہ آچاریہ درون اب پرتھوی پر پانڈوؤں کا نام و نشان بھی نہیں رہنے دیں گے۔ تو انہوں نے دھرم راج سے کہا۔ "اگر درون کرودھ میں بھر کر آدھا دن اور یُدھ کرتے رہے۔ تو مَیں سچ کہتا ہُوں کہ تمہاری سینا کا سرو ناش ہو جائے گا۔ اِس لئے تم درون سے ہم لوگوں کو بچاؤ۔ دُوسروں کی پران رکھشا کے لئے اگر کبھی جھُوٹ بولنا پڑے۔ تو اِس سے بولنے والے کو پاپ نہیں لگتا۔

بھیم کی بات مان کر اور شری کرشن جی کی پریرنا سے یُدھشٹر ویسا کہنے کو تیار ہوگئے۔ وُہ جھُوٹ کے بھئے سے ڈُوبے ہُوئے تھے، تو بھی وِجے میں آسکتی ہونے کے کارن درون آچاریہ سے "اشوتتھاما مارا گیا۔" یہ شبد اُونچی آواز سے کہہ کر "کنتو ہاتھی" یہ شبد آہستہ سے کہہ دیئے۔ اِس سے پہلے یُدھشٹر کا رتھ پرتھوی سے چار اُنگلی اُونچا رہا کرتا تھا۔ اُس دِن وہ اَستیہ مُنہ سے نکلتے ہی رتھ زمین پر چلنے لگا۔ مہارتھی درون یُدھشٹر کے مُکھ سے یہ بچن سُنکر تیر شوک سے بےرت ہو جیون سے نراش ہو گئے ـــــ درون آچاریہ نے دھنش نیچے ڈال دیا، اور اپنے پکش کے یودھاؤں سے پکار کر کہا۔ "کرن، کرپا آچاریہ اور دریودھن! اب تم لوگ خود ہی یُدھ کرو۔ یہی تم سے میرا بار بار کہنا ہے۔ اب مَیں استروں کا تیاگ کرتا ہُوں۔" یہ کہہ کر انہوں نے اشوتتھاما کا نام لے کر پکارا۔ پھر سارے استر شستروں کو پھینک کر وُہ رتھ کے پچھلے بھاگ میں بیٹھ گئے، اور سب پرانیوں کو نِڈرتا کا دان دے کر دھیان مگن ہو گئے۔ (درون پرب سماپت)

مہابھارت کا ایک ورنیہ

کورووں کا ڈر کے مارے بھاگ جانا۔ پتا کی مرتیو سن کر اشوتھاما کا کرودھ اور نارائن استر کا پریوگ کرنا

سنجے کہتے ہیں۔ "مہاراج! درون آچاریہ کے مارے جانے کے بعد کورووں کو بڑا شوک ہوا۔ اُن کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ لڑنے کی ہمت ٹوٹ گئی۔ وہ ولاپ کرتے ہوئے آپ کے پُتر دریودھن کو گھیر کر بیٹھ گئے۔ دریودھن سے وہاں کھڑا نہ رہا گیا۔ وہ بھاگ کر وہاں سے چلا گیا۔ آپ کی سینا بھوک پیاس سے ویاکُل تھی۔ سب کے چہرے زرد پڑ گئے تھے۔ درون کی مرتیو سے سب پر بھئے چھا گیا تھا۔ اِس لئے سب بھاگ گئے۔ گاندھار راج شکُنی، سوت پتر کرن، مدر راج شلیہ، آچاریہ کرپ اور کرت ورما بھی اپنی اپنی سینا کے ساتھ بھاگ چلے۔ دوشاسن بھی آچاریہ کی مرتیو سن کر گھبرا گیا تھا۔ اس لئے وہ بھی ہاتھیوں کی سینا لے کر بھاگ گیا۔ بچے ہوئے سنشپتکوں کو سُشرما بھی لے کر بھاگ گیا۔ اس پرکار آپ کی سینا بھئے بھیت ہو کر بھاگی جا رہی تھی۔ اُس وقت اشوتھاما نے دریودھن کے پاس آکر کہا۔ "بھارت! تمہاری سینا بھاگی جا رہی ہے۔ تم اُسے روکنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ آج تم اِتنے اُداس کیوں ہو؟ پہلے تو سینا کی ایسی دشا کبھی نہیں دیکھی گئی۔ بتاؤ تو کس مہارتھی کی مرتیو ہوئی ہے۔ جس سے تمہاری سینا میں بھگدڑ مچ گئی ہے؟"

درون پتر کا یہ پرشن سن کر بھی دریودھن اُس شوک سماچار کو مُنہ سے نہ نکال سکا۔ صرف اُس کی طرف دیکھ کر آنسو بہاتا رہا۔ اِس کے بعد اشوتھاما نے کرپا آچاریہ سے کہا۔ "آپ ہی سینا کے بھاگنے کا کارن بتا دیجئے؟"

تب کرپا آچاریہ دھیرج دھر کر اشوتھاما کو درونا کی مرتیو کا سماچار سُنانے لگے۔ اُنہوں نے کہا۔ "تات! ہم لوگ درون کی رہنمائی میں پنچالوں سے یُدھ کر رہے تھے۔ اِس یُدھ میں جب بہت سے کورو یودھا مارے گئے، تو تمہارے پتا نے کرودھ میں بھر کر برہم استر پرگٹ کیا اور بھل نامی بانوں سے ہزاروں شتروں کا صفایا کر دیا۔ جو بھی سامنے آیا، وہ نشٹ ہو گیا۔ پانڈو، پنچال، متسیہ، سرنجے سینا کی بہت سی تعداد ماری گئی۔ تب پنچال بھاگ کھڑے ہوئے۔ اُن کا حوصلہ ٹوٹ گیا۔ تب پانڈوؤں

کے پرم ہتیشی شری کرشن نے کہا۔ "یہ آچاریہ دُرون منشوں سے کبھی جیتے نہیں جا سکتے۔ اندر بھی انہیں جیت نہیں سکتا۔ اس لئے کوئی جا کر اشوتھاما کی مرتیو کی جھوٹی خبر سُنا دو۔" یہ بات سب نے مان لی۔ لیکن ارجن کو پسند نہ آئی۔ یدھشٹر نے بھی بڑی کٹھنائی سے قبول کیا۔ بھیم سین نے شرماتے شرماتے تمہارے پتا کے پاس جا کر کہا۔ "اشوتھاما مارا گیا" پر انہوں نے اس پر وشواس نہیں کیا۔ اسی دوران میں بھیم سین نے مالوہ کے ایک اشوتھاما نامی ہاتھی کو مار ڈالا۔ اسے یدھشٹر نے بھی دیکھا۔ دُرونا نے یہ یقین کرنے کے لئے یدھشٹر سے پوچھا۔ کہ اشوتھاما مارا گیا یا نہیں؟ جھوٹ بولنے میں کتنا دوش ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی یدھشٹر نے کہہ دیا۔" اشوتھاما مارا گیا۔ لیکن ہاتھی" آخری شبد انہوں نے اتنی آہستہ سے کہے۔ جنہیں تمہارے پتا سُن نہ سکے۔ تمہاری مرتیو کا یقین ہو جانے پر وہ اُداس ہو گئے۔ اُن کا حوصلہ ٹوٹ گیا۔ انہوں نے استر شستر تیاگ کر سمادھی لگا لی۔ اسی وقت دھرشٹ دیومن نے پاس جا کر بائیں ہاتھ سے اُن کے کیش پکڑ لئے اور تلوار مار کر اُن کا سر دھڑ سے الگ کر دیا۔ سب یودھا پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔ کہ انہیں نہ مارو۔ ارجن تو رتھ سے اُتر کر اس کے پیچھے دوڑے بھی اور بازو اُٹھا کر کہتے رہے، کہ آچاریہ کو زندہ ہی اُٹھا لاؤ۔ مارو مت"۔ اس پر کار سب لوگ منع کرتے ہی رہے۔ لیکن دھرشٹ دیومن نے بڑی پھرتی سے اُن کا سر کاٹ لیا۔ اُن کے مارے جانے پر ہمارا حوصلہ ٹوٹ گیا۔ اس لئے بھگدڑ مچ گئی ہے۔

راجن! یہ شوک سماچار سُن کر پہلے تو اشوتھاما رو پڑا۔ ٹپ ٹپ آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ مگر پھر وہ کرودھ سے بھر گیا۔ بار بار آنکھوں سے آنسو بہاتا ہوا وہ دریودھن سے بولا۔ راجن! میرے پتا نے ہتھیار ڈال دیئے تھے، تو بھی اُن دشٹوں نے انہیں مار ڈالا۔ یدھشٹر نے بھی جو نیچ کرم کیا ہے۔ اسے بھی سُن لیا۔ میرے پتا رن میں مرے ہیں، وہ ضرور ویروں کے لوک میں گئے ہیں۔ اس لئے اُن کے لئے مجھے شوک نہیں ہے۔ لیکن یوگ سمادھی میں بیٹھنے پر بھی جو انہیں کیش پکڑ کر سب سینا کے سامنے تلوار کے گھاٹ اُتار کر اُن کا گھور اپمان کیا گیا ہے۔ یہ میرے سینے کو جلا رہا ہے۔ مجھ جیسے پتر کے زندہ رہتے انہیں یہ دن دیکھنا پڑا۔ دشٹ دھرشٹ دیومن نے جو میرا اپمان کر کے یہ نیچ کرم کیا ہے۔ اس کا پھل اسے جلدی ہی بھگتنا پڑے گا۔ یدھشٹر بھی کتنا جھوٹا ہے۔ جس نے بہت بڑا انیائے کر کے چھل سے میرے پتا کو ہتھیار ڈلوا کر مروا ڈالا ہے۔ اس کا آج یہ پرتھوی خون پئے گی۔ آج میں اپنے ستیہ اور پُن کرموں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سمپورن پنچالوں کا سنگھار کئے بنا بالکل زندہ نہیں رہوں گا۔ جیسے بھی ہو سکے۔ ان پنچالوں کا ناش کروں گا۔ کٹھور یا کومل کرم کر کے بھی دھرشٹ دیومن کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ پنچالوں کا سروناش کئے بنا میں شانتی نہیں پا سکتا۔ سنسار کے لوگ پتر کامنا اس لئے کرتے ہیں کہ اس

لوک کے اور پرلوک کے مہان بھے سے پتا کی رکھشا کرے گا لیکن میں تو زندہ ہوں۔ اور میرے پتا کی اس طرح دُردشا کر کے مرتیو کی گئی ہے۔ دھکار ہے میرے دِوّیہ استروں کو۔ دھکار ہے میری اِن بھجاؤں کو اور پراکرم کو۔ اب میں ایسا کام کروں گا۔ جس سے پرلوک واسی پتا کے رِن سے مکت ہو جاؤں۔ شریشٹھ پرش کو اپنے منہ کبھی اپنی تعریف نہیں کرنی چاہیئے۔ تو بھی اپنے پتا کا اس طرح قتل ہونا مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اپنا پراکرم کہہ کر سُناتا ہوں۔ آج شری کرشن اور پانڈو میرا پراکرم دیکھیں گے۔ میں اُن کی ساری سینا کو مٹی میں ملا کر قیامت کا منظر پیش کر دوں گا۔ رن بھومی میں رتھ پر بیٹھ کر یُدھ کرتے ہوئے کو آج مجھے اندر، کُبیر اور دَرن بھی نہیں جیت سکتے۔ سنسار میں مجھ سے یا ارجن سے بڑھ کر دوسرا کوئی استر دیتا نہیں ہے۔ میں ایک استر جانتا ہوں، جسے نہ شری کرشن جانتے ہیں اور نہ ارجن۔ بھیم سین، یُدھشٹر، نکُل، سہدیو، دھرشٹ دیومن اور شکھنڈی وغیرہ کسی کو بھی اُس کا گیان نہیں ہے۔ پہلے کی بات ہے۔ میرے پتا نے بھگوان نارائن کی پُوجا کی تھی۔ نارائن بھگوان نے پرسن ہو کر جب وَر مانگنے کو کہا، تو میرے پتا نے نارائن استر اُن سے مانگ لیا۔ بھگوان نارائن نے وہ استر دے کر کہا۔" کہ اس استر کے پربھاؤ سے کوئی تمہیں یُدھ میں نہیں جیت سکتا۔ لیکن برہمن! اس کا پریوگ کبھی کبھی مہان سنکٹ پڑنے پر ہی کرنا۔ کیونکہ یہ استر شترُو کا ناش کئے بغیر نہیں لوٹتا۔ جس کو نہ مارنا ہو، اُسے بھی مار ڈالتا ہے۔ اس کو شانت کرنے کے اُپائے یہ ہیں:۔ شترُو اپنا رتھ چھوڑ کر اُتر جائے۔ ہتھیار نیچے ڈال دے اور ہاتھ جوڑ کر اُن کی شرن میں چلا جائے۔ اس کے علاوہ اور کسی اُپائے سے اس کا نوارن نہیں ہوتا"

یہ کہہ کر انہوں نے استر دیا، اور میرے پتا نے اُسے لے کر مجھے بھی اِس کا پریوگ سکھا دیا۔ بھگوان نے استر دیتے وقت یہ بھی کہا تھا۔ کہ تم اِس استر سے انیکوں دِوّیہ استروں کا ناش کر سکو گے اور سنگرام میں بڑے تیجسوی دکھائی دو گے۔ ایسا کہہ کر بھگوان اپنے پرم دھام کو چلے گئے۔ یہ نارائن استر اپنے پتا سے مجھے ملا ہے۔ اس سے میں یُدھ میں پانڈو پنچال اور سرنجئے ویروں کو سینا سمیت مار ڈالوں گا۔ ساری پانڈو سینا کا ہی صفایا کر ڈالوں گا۔ برہمن اور گورو ودرُوہی دھرشٹ دیومن کو زندہ کبھی نہیں چھوڑوں گا۔"

اشوتھاما کی بات سُن کر کوروؤں کی بھاگتی ہوئی سینا لوٹ پڑی۔ سبھی مہارتھیوں نے بڑے بڑے شنکھ بجانے شروع کئے۔ بھیری اور نقارے بجنے لگے۔ آکاش اور پرتھوی گونج اُٹھی۔ اُس بھینکر ناد کو سُن کر پانڈو مہارتھی اکٹھے ہو کر صلاح کرنے لگے۔ اِتنے میں اشوتھاما نے آچمن کر کے دِوّیہ نارائن استر پرکٹ کیا۔

ارجن کا یدھشٹر کو الاہنا دینا، بھیم کا کرودھ، دھرشٹ دیومن کا دروناچاریہ کے وشئے میں درچن بولنا اور ساتیکی اور اُس کا جھگڑا ہو جانا

سنجے کہتے ہیں:۔ مہاراج! نارائن استر کے پرکٹ ہوتے ہی بادلوں سمیت ہوا کے جھونکے اُٹھنے لگے۔

بنا بادلوں کے ہی گرجنا ہونے لگی۔ پرتھوی کانپنے لگی، سمندر میں طوفان آگیا۔ بڑی بڑی ندیوں کی دھارا اُلٹی طرف
کو بہنے لگی۔ پربتوں کے شِکھر ٹوٹ کر گرنے لگے۔ اُس گھور استر کو دیکھ کر دیوتا دانو اور گندھروؤں پر بھاری بھے
چھا گیا۔ سب راجہ لوگ بھے کے کارن تھرّا اُٹھے۔

دھرت راشٹر نے پوچھا "سنجے! اس وقت پانڈوؤں نے دھرشٹ دیومن کی رکھشا کے لئے کیا وچار کیا؟"

سنجے نے کہا:۔ کوروسینا کا سنگھناد سُن کر یدھشٹر ارجن سے بولے۔ "دیکھئے! دھرشٹ دیومن سے آچاریہ
درون کے مارے جانے پر کورووں کو اپنی وجے کی آشا نہ رہی تھی۔ وہ اپنی اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ
گئے تھے۔ اب دیکھتے ہیں، کہ کورو ویر پھر لوٹ آئے ہیں۔ کس نے اُنہیں دھیرج دے کر لوٹایا؟ اس کے بارے میں
تمہیں اگر کوئی پتہ ہو، تو بتاؤ۔ ایسا خیال پڑتا ہے کہ درون کے مارے جانے سے کورووں کا پکش لے کر ساکھشات
اندر یُدھ کرنے آرہے ہیں۔ اُن کا بھیرو ناد سُنکر ہمارے رتھی گھبرائے ہوئے ہیں۔ سب کے رونگٹے کھڑے
ہوگئے ہیں۔ یہ کون مہارتھی ہے۔ جو کورو سینا کو لوٹا کر لے آیا ہے؟

ارجن بولے:۔ جس ویر نے جنم لیتے ہی اُچیہ شروا کے سمان ہنہنانا شروع کیا تھا۔ جسے سُن کر یہ
پرتھوی کانپ اُٹھی اور تینوں لوک کانپنے لگے تھے۔ اُس آواز کی وجہ سے جس کا نام اشوتتھاما رکھا گیا تھا۔
یہ وہی شور ویر اشوتتھاما کورو سینا کو لوٹا کے سنگھناد کر رہا ہے۔ دھرشٹ دیومن نے اناتھ کی طرح جن کے کیش
پکڑ کر مار ڈالا تھا۔ وہ اُن کا ہی پتر اپنے پتا کا بدلہ لینے کے لئے آرہا ہے۔ آپ نے بھی راج کے لوبھ میں جھوٹ
بول کر گورو کو دھوکا دیا۔ دھرم کو جانتے ہوئے بھی یہ مہان پاپ کیا۔ آچاریہ نے یہ سمجھا تھا کہ "پانڈو نندن
یدھشٹر سب دھرموں کے گیاتا ہیں۔ میرے شِش ہیں۔ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے۔" اسی بھروسے انہوں نے
آپ کا وشواس کر لیا۔ لیکن آپ نے ستیہ کی آڑ لے کر سراسر جھوٹ کہا۔ "ہاتھی مارا تھا۔" لیکن اشوتتھاما کا
مرنا بتا دیا۔ پھر وہ ہتھیار ڈال کر بیہوش ہوگئے۔ اُس وقت اُنہیں جتنی ویاکلتا تھی۔ وہ آپ نے دیکھ
ہی لی تھی۔ پتر کے پریم میں شوک مگن ہو کر جو یُدھ سے بمکھ ہو چکے تھے۔ آپ نے سناتن دھرم کا انادر کر کے
ایسے گورو کو بھی شستر سے مروا ڈالا۔ اشوتتھاما اپنے پتا کی موت سے کرودھ میں بھر گیا ہے۔ اور وہ دھرشٹ
دیومن کو آج موت کے گھاٹ اُتار دینا چاہتا ہے۔ نہتے گورو کو بے رحمی سے مروا کر اب آپ اپنے منتریوں کے
ساتھ اشوتتھاما کا مقابلہ کرنے جائیے۔ شکتی ہو تو دھرشٹ دیومن کی رکھشا کیجئے۔ میں تو سمجھتا ہوں۔ کہ ہم
سب لوگ مل کر بھی دھرشٹ دیومن کو نہیں بچا سکتے۔ میں بار بار منع کرتا رہا۔ لیکن اُس نے شِش ہونے پہ
بھی گورو کی ہتیا کر ڈالی۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اب ہم لوگوں کی مرتیو کا سمے آگیا ہے۔ اسی لئے ہی ہماری
بُدھی بھرشٹ ہو گئی ہے۔ تبھی تو ہم نے یہ گھور پاپ کر ڈالا ہے۔ جو پتا کی طرح ہم سے پیار کرتے تھے۔
اور جو دھرم درشٹی سے بھی ہمارے پتا ہی تھے۔ اُن گورو دیو کو اس کھشنک راج کے لئے ہم نے مروا
ڈالا۔ دھرت راشٹر نے اُنہیں پتروں کے ساتھ ہی سارا راج سونپ دیا تھا۔ وہ سدا اُن کی سیوا کرتے

تھے۔ لیکن پتّہ ہونے پر بھی آچاریہ مجھے اپنے پُتر سے بڑھ کر پیار کیا کرتے تھے۔ اوہو! مَیں نے بڑا بھینکر
پاپ کیا۔ جو راج سُکھ کے لوبھ میں پڑھ کر گُرو کی ہتیا کر ڈالی۔ میرے گُرو دیو کو یہ وشواش تھا۔ کہ ارجن میرے
لئے پِتا بھائی، استری، پُتر اور پرانوں کا بھی تیاگ کر سکتا ہے۔ لیکن دِھکّار ہے میرے لالچ کو! وہ مارے
جا رہے تھے اور مَیں چُپ چاپ تماشہ دیکھتا رہ گیا۔ ایک تو وہ بزرگ تھے، دُوسرے برہمن، اور تیسرے
گُرو تھے۔ اس پر بھی وہ اپنے شستر تیاگ چُکے تھے۔ اور یوگ سمادھی میں بیٹھے ہُوئے تھے۔ اس اوستھا میں
راج کے لئے اُن کی ہتیا کرائی گئی۔ اب اس زندگی سے تو خودکشی کر کے مر جانا ہی بہتر ہے"۔ راجن! ارجن کی بات
سُن کر سب چُپ رہ گئے۔ کوئی نہ جواب دے سکا۔ تب مہابا ہُو بھیم کرودھ میں بھر کر بولے۔

ارجن! بنباسی مُنی اور اُتم برہمن کی طرح تم بھی دھرم اُپدیش کرنے لگے ہو۔ جو سنکٹ سے اپنی اور
دُوسروں کی رکھشا کرتا ہے۔ سنگرام میں شتروؤں کا مارنا ہی جس کا مکھیہ کرتویہ ہے۔ جو استریوں اور ست
پُرشوں پر کھشماوان ہے۔ وہ کھشتری جلدی ہی دھرم، عزت اور دولت کو حاصل کرتا ہے۔ کھشاتر
دھرم کے گیاتا ہونے پر بھی آج تم مُورکھوں کی بات کرنے لگے ہو۔ تمہیں شوبھا نہیں دیتی۔ تات!
تمہارا من دھرم میں لگا ہُوا ہے۔ تمہارے اندر دَیا ہے۔ یہ بہت اچھا ہے۔ لیکن دھرم میں
رہنے پر تمہارا راج چھین لیا گیا۔ شتروؤں نے دروپدی کو سبھا میں لا کر اُس کے کیش کھینچ کر گھور
اپمان کیا۔ اور ہم سب لوگ مُنی جنوں جیسے بستر دھارن کر کے تیرہ سال بن میں بھٹکنے پر مجبور کر دیئے
گئے۔ کیا ہمارے ساتھ یہ برتاؤ مُناسب تھا؟ یہ سب باتیں سہن کرنے یوگیہ نہ تھیں۔ لیکن پھر بھی
ہم نے سہن کر لی ہیں۔ ہم نے جو کچھ بھی کیا ہے۔ وہ کھشاتر دھرم کے ...... اندر رہ کر ہی کیا
ہے۔ شتروؤں کے اُس انیائے کو یاد کر کے آج مَیں تمہاری سہائتا سے اُنہیں مار کراؤں گا۔
مَیں کرودھ میں بھر کر اس پرتھوی کو پھاڑ سکتا ہُوں، پربتوں کو توڑ کر بکھیر سکتا ہُوں۔ اپنی
بھاری گدا سے بڑے بڑے پربت جیسے اُونچے برکشوں کے ٹکڑے کر سکتا ہُوں۔ اندر وغیرہ دیوتا،
اُسر، یکش اور گندھرو مل کر بھی آ جائیں، تو اُنہیں مار مار بھگا دُوں گا۔ اپنے بھائی کے ایسے پراکرم
کو جان کر بھی تمہیں اشو تھاما سے بھے نہیں کرنا چاہیئے۔ تم سب بھائیوں کے ساتھ یہاں کھڑے
رہو۔ مَیں اکیلا ہی گدا ہاتھ میں لے کر شتروؤں کو مار ڈالوں گا۔

بھیم سین کے ایسا کہہ لے پر دھرشٹ دیومن بولا۔ "ارجن! ویدوں کو پڑھنا اور پڑھانا، یگیہ
کرنا اور کرانا، دان دینا اور دان لینا۔ یہی چھ دھرم برہمنوں کے لئے پرسدھ ہیں۔ ان میں سے کس
کرم کا پالن دروں آچاریہ کرتے تھے؟ جو برہمن کہلا کر بھی دُوسروں پر مایا کا پریوگ کرتا ہے۔ اُسے اگر
کوئی مایا سے ہی مار ڈالے، تو کیا دوش ہے؟ تم جانتے ہو کہ میری پیدائش ہی اس کام کے لئے
ہُوئی تھی۔ پھر بھی مجھے گُرو ہتیارا کیوں کہتے ہو؟ جو کرودھ بھر کر برہم استر نہ جاننے والوں کو بھی

برہم استر سے نشٹ کرتا ہے۔ اُسے جس طرح بھی ہو سکے، کیوں نہ مار ڈالا جائے؟ انہوں نے دُوسرے کے لئے میرے بھائیوں کے مستک کاٹے تھے۔ اس لئے اُس کے بدلے اُن کا مستک کاٹ کر بھی میرا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہُوا۔ راجہ بھگدت تمہارے پتا کے متر تھے۔ اُنہیں مار کر جیسے تم نے ادھرم نہیں کیا۔ ویسے ہی مَیں نے بھی دھرم سے ہی شترو کا قتل کیا ہے۔ جب تم اپنے پتامہ کو بھی یُدھ میں مار کر دھرم کا پالن سمجھتے ہو، تو مَیں نے جو پاپی شترو کا سنگھار کیا ہے، اُسے ادھرم کیوں کہتے ہو؟ بہن دروپدی اور اُس کے پتروں کا خیال کر کے مَیں تمہارے اِن کٹھور شبدوں کو سہہ رہا ہُوں۔ اِس میں اور کوئی کارن نہیں ہے۔

"ارجن! نہ تو تمہارے بڑے بھائی جھُوٹے ہیں اور نہ مَیں ہی پاپی ہُوں۔ دروں آچاریہ اپنے ہی اپرادھ کی وجہ سے مارے گئے ہیں۔ اِس لئے چل کر یُدھ کرو"۔

(باقی پھر)

نوائے وقت

از شری ہری چند جی اگروال جگراؤں منڈی

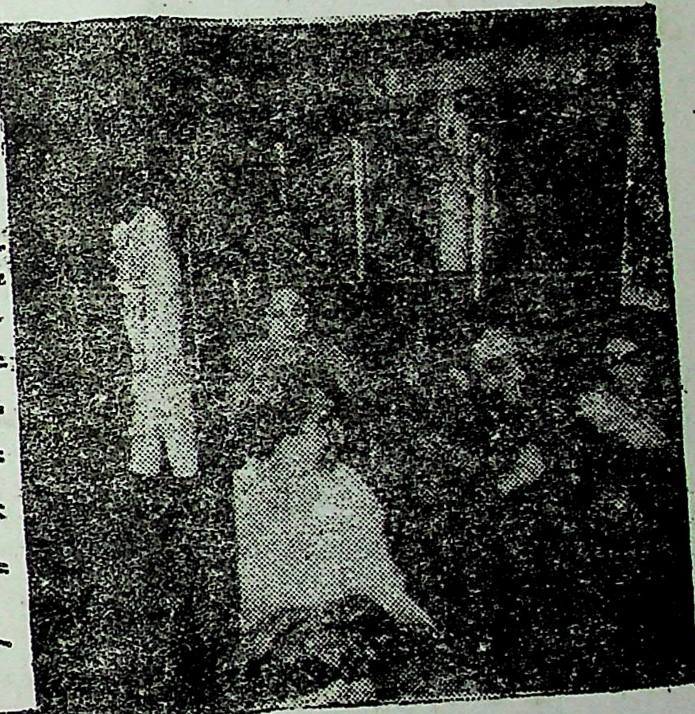
گُلوں میں رہی نہ وہ پہلی نزاکت
نہ بُوڑھے دِلوں میں ہے بچّوں کی اُلفت
ہیں مکر و فریب اَب نشانِ شرافت
زمانے سے گویا ختم ہو چکے ہیں
جسے دیکھو حرص و ہَوا کا ہے بندہ
ہُوا آج اِنساں ہے شیطاں سے بدتر
مٹایا ہمیں اپنی ناکامیوں نے

نہ بُلبُل کو ہے اَب چمن سے محبّت
نہ بچّوں کے دل میں بڑوں کی سعادت
کسی آدمی میں نہیں آدمیّت
دھرم اور کرم اور شرم اور محبّت
کریں تو کریں کیا کسی سے شکائیت
نہ محفوظ عزّت۔ نہ محفوظ دَولت
نہ باقی رہی اَب تو جینے کی ہمّت

جو تھی بات سچی ھری نے سُنادی
نہیں جھُوٹ کہنے کی اُن کو تو عادت

ایک ملک ــ ایک قوم





ریل گاڑی کے ڈبے میں ـــ

گورنام سنگھ مدراس جانے والی گاڑی میں سوار ہے۔
وہ کاروبار کے سلسلے میں وہاں جا رہا ہے۔ سفر لمبا ہے۔ مگر مختلف پریواروں کے ساتھ بات چیت میں سفر کی اُکتاہٹ کم ہو جاتی ہے۔ یہ پریوار مختلف مقامات کو جا رہے ہیں۔ کوئی ناگپور جا رہا ہے۔ کوئی حیدرآباد۔ تو کوئی وجے واڑہ۔ نیلور۔ اور تریچورا پلی۔
وہ آپس میں مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ مگر گورنام سنگھ کے ساتھ وہ دوستی کی زبان بولتے ہیں۔ دوستی کسی قسم کی حدبندی کو نہیں مانتی۔

حدبندیاں تنگ لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتی ہیں، ان کو دور کرنے میں مدد کیجئے

قسط ۲

ستی مدالسا

از قلم حکیم رمیداس جی مضطر

پتی پتنی کے دھرم کے بارے میں کنڈلا کا اُپدیش

اس کے بعد کنڈلا نے سکھی سے کہا۔ سُو مکھی تم جیسی سوشیلا کا۔ راجکمار رِت دھوج کے ساتھ بواہ کرکے میرا منورتھ سپھل ہو گیا۔ اب میں نشچنت ہو کر تپ کر سکوں گی۔ اور تیرتھوں کے جل سے اپنے پاپوں کو دھو ڈالوں گی۔ جس سے پھر میری ایسی حالت نہ ہو۔ اس کے بعد جانے کی تیاری کر کے کنڈلا نے راجکمار رِت دھوج کو بھی آشیرباد دی اس وقت وہ اپنی سکھی کے پیار کی وجہ سے گدگد ہو رہی تھی۔ اس نے رِت دھوج کو مخاطب ہو کر کہا۔

کنڈلا۔ پربھو۔ آپ کی بُدھی بہت بڑھی چڑھی ہے آپ جیسے گیانی مہا انوبھاوؤں کو کوئی بھی پُرش اُپدیش نہیں دے سکتا۔ تب مجھ جیسی استریاں تو دے ہی کیا سکتی ہیں۔ مگر اس مدالسا کے سنیہہ نے میرے چت کو اس طرف مائل کیا ہے۔ پھر آپ کے لئے بھی میرے دل میں سنیہہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے میں آپ دونو کو اپنے کرتویہ کا سمرن کرا رہی ہوں۔

پتی کو چاہیئے۔ کہ سدا اپنی پتنی کا بھرن پوشن کرے۔ جب پتی پتنی پریم سے بے بس ہو کر سہیوگ کرتے ہیں تب اُنہیں دھرم ارتھ اور کام تینوں کی پراپتی ہوتی ہے راجکمار۔ استری کے سہیوگ کے بغیر پُرش کسی دیوتا پِتر اور اتتھی کا پوجن نہیں کر سکتا۔ منش جب پتی بن کر پتنی کی رکھشا کرتا ہے تبھی وہ پتر پیدا کر کے پِتروں کو اَن وغیرہ کے ذریعہ اتتھیوں کو۔ اور پوجا ارچا کے ذریعہ دیوتاؤں کو خوش کر سکتا ہے۔

استری کو بھی پتی کے بنا دھرم ارتھ کام اور سنتان کی پراپتی نہیں ہوتی۔ اِس لئے پتی پتنی دونو کے سہیوگ سے ہی دونو کا جیون سپھل ہوتا ہے۔ آپ دونو کے ہت کے لئے ہی میں نے یہ باتیں کہی ہیں۔ اب میں تم دونو کو آشیرباد دے کر اپنی حسب مرضی جا رہی ہوں۔ اتنا کہہ کر کنڈلا نے اپنی سکھی کو گلے سے لگایا۔ اور راجکمار کو نمسکار کر کے وہاں سے چلی گئی۔

مدالسا کے ساتھ راجکمار رِت دھوج کی واپسی

اِس کے بعد رِت دھوج نے مدالسا کو گھوڑے پر بٹھایا۔ اور پاتال لوک سے جانے کی تیاری کی۔

یہ بات دیتوں کو معلوم ہو گئی اور اُنہوں نے شور مچانا شروع کیا۔ کہ پاتال کیتو جس کنیا کو سورگ سے ہر لایا تھا۔ اُسے یہ راجکمار چُرا کر لئے جاتا ہے۔ یہ خبر پاتے ہی دیتوں کی ایک بہت بڑی سپاہ مسلح ہو کر پاتال کیتو کی سرکردگی میں وہاں پر آ گئی۔ اور کھڑارہ۔ کھڑارہ۔ کہہ کر بڑے بڑے دیتوں نے راجکمار پر بان برسانے شروع کر دیئے۔ جواب میں راجکمار نے بھی ہنستے ہنستے بانوں کا جال سا بچھا دیا۔ اور کھیل ہی کھیل میں بے شمار دیتوں کو مار گرایا۔ اس کے بعد انہوں نے اشٹر نامی استر دیتوں پر چلایا۔ اس کی پر چنڈ آگ سے پاتال کیتو سمیت سب دیت جل گئے۔ اور ان کی ہڈیاں چٹخ چٹخ کر راکھ ہو گئیں۔ جیسے کپل منی کے غصہ کی آگ سے سگر کے سب بیٹے بھسم ہو گئے تھے۔ اسی طرح رت دھوج کے تیروں کی آگ سے سارے دیت جل گئے۔

اس طرح بڑے بڑے دیتوں کو مار کر راجکمار پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور مدالسا سمیت اپنی راجدھانی میں آئے پتا کے چرنوں میں پرنام کر کے اُنہوں نے پاتال لوک کو جانے۔ مدالسا کے ساتھ ودواہ ہونے نیز دیتوں کو یُدھ میں ہرانے کے سب حالات سُنائے۔ سب سماچار سُن کر پتا کو بہت خوشی ہوئی۔ اور انہوں نے بیٹے کو چھاتی سے لگا کر کہا۔ بیٹا۔ تم سُپاتر۔ اور دھرماتما ہو۔ تم نے مجھے تار دیا۔ کیونکہ تمہارے ذریعہ اُتم دھرم کے پالنے والے مُنیوں کی رکھشا ہوئی ہے میرے بزرگوں نے اپنے بنس کو یشسوی بنایا۔ میں نے اس یش کو پھیلایا۔ اور تم نے لاثانی پراکرم دکھا کر اُسے اور بھی بڑھا دیا ہے پتا نے جو یش۔ دھن۔ یا پراکرم پراپت کیا ہو۔ جو پُتر اُسے کم نہیں کرتا بلکہ ویسا ہی قائم رکھتا ہے وہ مدھیم درجہ کا پُتر مانا جاتا ہے۔ مگر جو اپنے پراکرم سے پتا سے بڑھ کر خاندان کی شوبھا بڑھا کر چار چاند لگا دے۔ اُسے وِدوان پرش سریشٹ پُتر کہتے ہیں۔ اور جو پتا کے کمائے ہوئے دھن۔ یش۔ اور پراکرم کو اپنے وقت میں گھٹا دیتا ہے۔ وہ ادھم پُتر کہلاتا ہے بیٹا میں نے جس طرح مُنیوں کی رکھشا کی تھی۔ اسی طرح تم نے بھی کی۔ مگر پاتال لوک میں جا کر اسُروں کا ناش کیا۔ یہ کام تم نے مجھ سے بڑھ کر کیا۔ اس لئے تمہاری گنتی سریشٹ پُتروں میں ہے۔ بیٹا تم دھنیہ ہو۔ تمہارے جیسے سریشٹ گُنوان بیٹے کو پا کر میں سب پُتر وانوں میں مہان ہو گیا ہوں۔ جس کا بیٹا دھن۔ بُدھی وان اور پراکرم میں اُس سے بڑھ نہیں جاتا۔ میری رائے میں وہ پُتر پانے کے آنند کو پراپت نہیں ہوتا۔ اُس آدمی کو لعنت ہے۔ جو اس سنسار میں پتا کے نام پر شُہرت حاصل کرتا ہے جو پتا اپنے پُتر کے کارناموں سے پرسدھ ہوتا ہے۔ وہ سب سے اُتم ہے جو باپ اور دادا کے نام پر شہرت پاتا ہے وہ درمیانہ درجہ کا ہے۔ نیز جو ماتری پکش (نانا وغیرہ) اور ماتا کے نام سے شہرت پاتا ہے وہ ادنےٰ درجہ کا آدمی ہے۔ اس لئے بیٹا تم دھن پراکرم اور یش کے ساتھ پھلو پھولو۔ اس گندھرب کنیا سے تمہارا کبھی ویوگ نہ ہو۔ یہی میری ہاردک کامنا ہے۔

اس طرح بار بار اشیرباد دے کر پتا نے رت دھوج کو گلے سے لگایا۔ اور مدالسا کے ساتھ انہیں راج محل
میں بھیج دیا۔ راجکمار رت دھوج بھی اپنے کارناموں سے پتا کو پرسن کرتے ہوئے مدالسا کے ساتھ آنند پوروک
جیون بسر کرنے لگا۔ کلیانی مدالسا بھی روزانہ پراتا کال اُٹھ کر ساس اور سسر کے چرنوں میں پرنام کرتی اور اپنے
آچرن سے گھر بھر کو پرسن رکھتی تھی۔ اسی طرح یہ جوڑا سکھ سے جیون بتیت کر رہا تھا۔

تال کیتو اسر کا کپٹ جال

دونو ناگ کمار کہہ رہے ہیں۔ کہ پتا جی۔ اس کے بعد بہت مدت گذر جانے پر راجہ نے پھر اپنے پتر سے کہا۔
بیٹا۔ تم روزانہ اس گھوڑے پہ سوار ہو کر رشی منیوں کی رکھشا کے لئے پرتھوی پہ گھوما کرو۔ سینکڑوں پاپی اور
دیت اس دھرتی پر گھومتے رہتے ہیں۔ ان سے منیوں کو کشٹ نہ پہنچے ایسی کوشش کرو۔" پتا کی اس آگیا کو پاکر
راجکمار اسی دن سے ایسا ہی کرنے لگے۔ وہ دوپہر سے پہلے ہی ساری پرتھوی پر گھوم کر پتا کے چرنوں میں آکر
سر جھکاتے تھے۔ ایک دن کی بات ہے۔ کہ وہ گھومتے ہوئے جمنا کے کنارے پر گئے۔ وہاں پاتال کیتو کا چھوٹا
بھائی تال کیتو آشرم بنا کر رہتا تھا۔ راجکمار نے اسے دیکھا۔ وہ مایاوی دیت منیوں کا روپ دھارن کئے ہوئے
تھا۔ اس نے پہلی دشمنی کا بدلہ لینے کے خیال پر اُن سے کہا۔

"راجکمار۔ میں تم سے ایک بات کہتا ہوں۔ اگر تمہاری مرضی ہو تو اسے کرو۔ تم سچی پرتگیا کرنے والے ہو۔ اس لئے
تمہیں میری پرارتھنا مان لینی چاہیئے۔ میں دھرم کے لئے یگیہ کرونگا۔ مگر میرے پاس دکھشا دینے کے لئے دھن
نہیں ہے تم اگر مجھے اپنے گلے کا ہار دے دو۔ اور میرے آشرم کی رکھشا کرو تو میرا کام بن جائے اور تمہیں
بھی پنیہ ہو۔"

راجکمار نے اس کپٹی اسر کو سچا منی سمجھا۔ اور شردھا سے اپنے گلے کا ہار اسے دیتے ہوئے کہا بھگون یہ قیمتی
ہار لیجئے۔ اور بھی جو سیوا ہو۔ آگیا کیجئے۔

منی بھیس دھاری اسر نے ہار لے کر کہا۔ راجکمار۔ اب میں پانی کے اندر داخل ہو کر پرجا کی بھلائی کے
لئے ورن دیوتا کی استتی کرتا ہوں۔ تم چوکنے رہ کر میرے آشرم کی رکھشا کرو۔ میں جلدی لوٹ آؤں گا۔

راجکمار نے اس کی بات مان لی۔ تب تال کیتو دریا کے پانی میں ڈبکی لگا کر غائب ہو گیا اور
پانی کے اندر سے ہی وہ دیت راجکمار کے شہر میں چلا گیا۔ اور راجکمار کے پتا وغیرہ کے پاس جا کر اس طرح بولا۔

تال کیتو۔ راجکمار رت دھوج میرے آشرم کے پاس گئے تھے۔ وہ تپسویوں کی رکھشا کرتے ہوئے کسی دُشٹ
دیت سے یدھ کر رہے تھے۔ انہوں نے پوری مردانگی سے یدھ کیا۔ اور بہت سے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارا
تب ایک پاپی دیت نے مایا کا سہارا لے کر شول سے ان کی چھاتی چھید ڈالی۔ مرتے وقت انہوں نے
اپنے گلے کا یہ ہار دیا۔ پھر سب تپسویوں نے مل کر اُن کا اگنی سنسکار کر دیا۔ اُن کا گھوڑا خوف زدہ ہو کر آنسو

بہاتا ہوا بہتا رہا۔ اِس حالت میں وہ پاپی دیت اُسے پکڑ کر لے گیا۔ مجھ پاپی سنگدل نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس کے بعد اور جو کرتویہ ہو۔ وہ آپ لوگ کریں۔ اپنے دل کی تسلی کے لئے اُن کے گلے کا یہ ہار آپ پہچان لیجئے۔ اب میں جاتا ہوں"۔

اِس طرح کہکر تال کیتو نے ہار وہیں پر رکھ دیا اور جیسے آیا تھا۔ ویسے ہی چلا گیا۔ یہ بُری خبر سن کر راجکمار کے ماتا پتا اور دوسرے سب لوگ دُکھ سے بیاکل ہو کر بے سُدھ ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہوش آنے پر تو اس کی سبھی استریاں راجہ اور مہارانی سمیت بہت دُکھی ہو کر ورلاپ کرنے لگیں۔ مدالسا نے اپنے پیارے پتی کے گلے کا ہار دیکھا اور پتی کو مارا گیا۔ جان کر اُسی وقت اپنے پرانوں کا تیاگ کر دیا۔ سچ ہی تو کہا ہے۔ کہ ؎

رِبن پانی کیسے جیئے پانی بیں کا جیو

یہ دیکھ کر راج محل میں بڑے زور سے ہاہا کار مچ گیا۔ راجہ شتروجت نے جب مدالسا کو پتی کے لئے پران تیاگتے دیکھا تب کچھ وچار کر من کو شانت کیا اور وہاں پر سب دُکھی لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ پرجا جنو۔ دیکھو۔ میں تمہارے اور اپنے لئے رونے اور دکھی ہونے کا کوئی کارن نہیں دیکھتا۔ سنسار میں سبھی شتنے ناپائیدار ہوتے ہیں۔ اِس پر بخوبی وچار کرنے پر میں پتر کے لئے کیا شوک کروں؟ اور کیا پتر بدھو کے لئے؟ کیونکہ وہ دونو ہی پُنیہ آتما ہونے کے باعث شوک کے یوگیہ نہیں ہیں۔ جو سدا میری سیوا میں لگا رہتا تھا۔ اور میری ہی آگیا سے رشی منیوں کی رکھشا میں جس نے پران دیئے۔ وہ میرا پتر بدھیمان پرشوں کی نگاہ میں شوک کا کارن کیسے ہو سکتا ہے؟ جو ضرور نشٹ ہونے والا ہے اس شریر کو اگر میرے پتر نے منیوں کی رکھشا میں لگا دیا۔ تو یہ مہان پُنیہ کا کام ہے۔ اِسی طرح اُتم کُل میں پیدا ہوئی میری پتر بدھو اگر اپنے سوامی میں من لگا کر پرلوک میں اُن کے پاس چلی گئی۔ تو اس کے لئے بھی شوک کرنا کیسے اُچت ہو سکتا ہے؟ کیونکہ استری کے لئے پتی کے سِوا دوسرا کوئی دیوتا نہیں ہے۔ اِس لئے میرا پتر رت دھوج اور میری پتر بدھو مدالسا۔ میں خود اور رِت دھوج کی ماتا۔ اِن میں سے کوئی بھی شوک کے یوگیہ نہیں ہے میرے پتر نے تپسویوں کی رکھشا کے لئے اپنے پران تیاگ کر ہم سب کا اُدھار کر دیا۔ اور اپنی ماتا کی کوکھ کو دھنیہ کیا۔ اپنے خاندان کی شان کو بڑھایا۔ اور پراکرم سے اپنے نام کو امر کر دیا۔

اِس کے بعد رت دھوج کی ماتا نے اپنے پتی کی طرف دیکھ کر کہا کہ "مہاراج۔ میری ماتا اور بہین کو بھی کبھی ایسی خوشی پراپت نہیں ہوئی۔ جیسی کہ منیوں کی رکھشا کے لئے پتر بدھ کی خبر سن کر مجھے ہوئی ہے جو شوک میں پڑے ہوئے بھائی بندھوؤں کے سامنے روگ سے کلیش اُٹھاتے اور ایڑیاں رگڑ کر لمبی سانس لیتے ہوئے پران تیاگ کرتے ہیں۔ اُن کی ماتا کا سنتان وان ہونا عبث ہے۔ مگر جو گائے براہمن کی رکھشا کے لئے میدان جنگ میں بے خوفی سے لڑتے ہوئے پران تیاگتے ہیں۔ وہی اس دنیا میں بھاگیہ وان ہیں

اور انہیں کی ماتا سچی پتیورتی ہے۔ جو مانگنے والوں۔ متروں اور دشمنوں سے کبھی بے مکھ نہیں ہوتا۔ ارتھات جو مانگنے والوں کو دان دیتا ہے۔ متروں کے ساتھ سدا متر تا کو نبھاتا ہے۔ اور دشمنوں سے کبھی بے مکھ نہیں ہوتا۔ ارتھات جو مانگنے والوں کو دان دیتا ہے متروں کے ساتھ سدا متر تا کو نبھاتا ہے۔ اور دشمنوں کے ساتھ لوہا لینے سے منہ نہیں موڑتا۔ اُسی پتر سے ہی حقیقت میں پتا پتروان ہوتا ہے۔ اور ماتا بھی اُسی کے کارن بیر پتر کی جننی مانی گئی ہے پتر کے پیدا ہوتے وقت ماتا کو جو کلیش اُٹھانا پڑتا ہے وہ تبھی سپھل ہوتا ہے جب پتر یا تو دشمنوں پر فتح حاصل کرے۔ یا یُدھ میں لڑائی کرتا ہوا مارا جائے۔"

اس کے بعد راجہ شتروجت نے اپنی پتر بدھو مدالسا کا انتیشٹی سنسکار کیا۔ اور شہر کے باہر نکل کر بیٹے کو جلانجلی دی۔

ادھر تال کیتو اپنا کام پورا کر کے جمنا جل سے نکل کر راجکمار کے پاس آیا۔ اور پریم پوروک مدھر بانی سے بولا۔ راجکمار اب تم جاؤ۔ تم نے مجھے کرتارتھ کر دیا۔ تم جو یہاں مشکل مزاجی سے کھڑے رہے۔ اس سے میں نے بہت دنوں کی اپنی ابھلاشا پورن کر لی ہے۔

اس کے یوں کہنے پر راجکمار اُس کو پرنام کر کے ہوا کی طرح تیز رفتار اُسی گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی راجدھانی کی طرف چل پڑے اور بہت جلدی وہاں پہنچ گئے۔ ان کے من میں اپنے پتا جی کے چرنوں میں نمسکار کرنے کی اور مدالسا کو دیکھنے کی زبردست خواہش تھی۔ مگر راجدھانی میں پہنچ کر اُنہوں نے دیکھا۔ کہ سامنے آنے والے سارے لوگ دُکھی سے ہیں۔ اور اُنہیں تعجب سے دیکھ کر خوش بھی ہوتے ہیں، ماں۔ باپ اور دوسرے بھائی بندوں نے پریم سے چھاتی سے لگایا۔ اور "چرنجیو رہو بیٹا" ایسا کہہ کر آشیرباد دیا۔ راجکمار سب کو پرنام کر کے تعجب سے پوچھنے لگے۔ پتا جی یہ کیا بات ہے۔ کہ سب لوگ دُکھی ہیں۔ اور مجھے دیکھ کر تعجب کرتے ہیں۔؟

پتا جی نے گذری ہوئی ساری بات کہہ سُنائی۔ اپنی پیاری دھرم پتنی مدالسا کے ستی ہونے کی خبر سُن کر وہ شوک کے سمندر میں ڈوب گئے۔ اور من میں سوچنے لگے۔ کہ ہائے۔ اس سادھوی بالا نے میری موت کی خبر سُن کر پران تیاگ دیئے۔ اور میں ابھی تک زندہ ہوں۔ مجھ سنگدل کو دھکار ہے جو میرے لئے ہی مری۔ اس اپنی پتنی کے بغیر میں جی رہا ہوں۔ میرے جیسا بے وفا اور کون ہوگا۔؟

اس کے بعد انہوں نے اپنے من کے اُبال کو روکا۔ اور موہ تیاگ کر وچار کرنا شروع کیا۔ کہ وہ ستی پران تیاگ گئی۔ اب اگر میں بھی اُس کے لئے اپنے پران تیاگ دوں تو اس بچاری کا کیا اُپکار ہوگا۔ یہ کام تو استریوں کو ہی شوبھا دیتا ہے۔ اگر میں بار بار ہائے پیاری کہہ کر عاجزی سے روتا رہوں تو بھی یہ بات میرے قابل تعریف نہیں ہے۔ میرا کرتویہ تو ہے پتا جی کی سیوا کرنا۔ یہ جیون اُنہیں کے ارپن ہے اس لئے میں اس کا کیسے تیاگ کر سکتا ہوں؟ مگر آج سے استری سمبندھی بھوگ کا قطعی طور پر سے چھوڑ دینا ہی میں اپنے لئے ٹھیک سمجھتا ہوں۔ اگرچہ اس سے بھی

اس دیوی کا کوئی اُپکار تو نہیں ہوتا۔ تو بھی مجھے تو وشے بھوگ کا قطعی طور سے تیاگ کرنا ہی مناسب ہے۔ جس دیوی نے میرے لئے پران تک تیاگ دیئے۔ اُس کے مقابلے میں میرا یہ تیاگ بہت تھوڑا ہے"
ایسا نشچے کر کے انہوں نے مدا کے لئے جلانجلی دی۔

——— (باقی پھر)

آگے احوال تو پوچھو کبھی مہمانوں سے

از قلم پنڈت نریندر ناتھ جی شرما نریندر

ہائے۔ کیوں کھیل رہے ہو میرے ارمانوں سے
کوئی پردہ نہیں کرتا کبھی دیوانوں سے

زخم کھا کر تیرا شکرانہ یہ کرتا ہے ادا
کچھ یوں مانوس ہے اب دل تیرے پیکانوں سے

لوگ کچھ کرتے ہیں گمراہ۔ مجھے اچھا کہہ کر
بخش دے مجھ کو اماں۔ ایسے قدر دانوں سے

دیدہ و دل میں سمائے جو کسی کے وحدت
کیوں وہ نفرت کرے پھر دوسرے انسانوں سے

عیش کے نغمے تھرکتے تھے فضاؤں پہ جہاں
حسرتیں آج ٹپکتی ہیں اُن ایوانوں سے

مہر و ماہ۔ آب و ہوا۔ ارضی و اجرام فلک
گردشوں میں ہیں سبھی آپ کے فرمانوں سے

ذرہ ذرہ ہے یہاں۔ ہستی خالق کی دلیل
بحث میں بندہ نہ اُلجھے کبھی دہقانوں سے

کچھ وہ خوش بخت ہیں حاصل ہوا جن کو مقصود
ہم اُلجھتے ہی رہے۔ چاک گریبانوں سے

رسم و راہ یار سے بڑھ جائے اگر کاوش اپنی
ہم کبھی پا جائیں مفر۔ روز کے ہیجانوں سے

جا چکا دور کہ انسان میں تھا پاسِ وفا
رکھ یاں اُمید کچھ اپنوں سے نہ بیگانوں سے

آج دنیا میں عداوت ہے محبت کا صلہ
شام کو عہد صبح پھر گئے پیمانوں سے

کب تلک در پہ دیئے جائیں یوں دستک مادھو
آگے احوال تو پوچھو کبھی مہمانوں سے

نہ خانۂ کعبہ سے آتی ہے نریندر۔ جو صدا
آ رہی ہے وہی آوازۂ صنم خانوں سے

بھارت کے اتہاس کا ایک ورق

خاندان گپت

اس خاندان کی بنیاد چندرگپت اول نے رکھی تھی۔ جو ۳۲۰ء میں پاٹلی پتر یعنی پٹنہ میں تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنا نیا سمت جاری کیا۔ جس کا آغاز ۳۲۰ء سے شروع ہوتا ہے۔ چندرگپت کے بعد اس کا بیٹا سمدرگپت ۳۳۵ء سے ۳۷۵ء تک حکمران رہا۔ اس نے تقریباً ۵۰ برس حکومت کی۔ یہ بڑا شاعر تھا۔ علمِ موسیقی کا بھی بڑا شوق رکھتا تھا۔ اگرچہ وہ خود ہندو تھا لیکن پھر بھی بدھ مذہب کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔

چندرگپت بکرماجیت

تقریباً ۳۷۵ء میں سمدرگپت کا بیٹا چندرگپت دوئم تخت نشین ہوا۔ اور اس نے ۴۱۳ء تک حکومت کی۔ اس نے بکرمادت کا خطاب حاصل کیا۔ جس کے معنی ہیں آفتاب کی طاقت والا۔ اس نے پٹنہ کی بجائے اجودھیا کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔ اس کے راج میں ایک چینی سیاح فاہیان مذہب کی کتابوں کی تلاش میں ہندوستان آیا۔ اور تقریباً چھ سال تک سیر و سیاحت اور دریافت حالات میں مصروف رہا۔ اس نے جو کچھ مختصر حال ہندوستان کا لکھا ہے۔ اس سے اس زمانہ کے رسم و رواج اور طرزِ حکومت کا اچھا پتہ لگتا ہے۔

فاہیان لکھتا ہے:-

کہ انتظام حکومت بہت عمدہ تھا۔ رعایا بہت خوشحال تھی۔ سرکاری مال گذاری یعنی ٹیکس بہت کم تھا۔ مسافروں کے آرام کے لئے سڑکوں پر مسافرخانے اور سرائیں تھیں۔ اور دارالحکومت میں ایک بہت بڑا شفاخانہ تھا۔ جہاں لوگوں کا علاج مفت کیا جاتا تھا۔ پاٹلی پتر بہت بڑا شہر تھا۔ اور اس میں بڑے بڑے مٹھ تھے۔ جہاں ہزاروں طالب علم تعلیم پاتے تھے۔ لوگ بلاخوف ایک جگہ سے دوسری جگہ آجا سکتے تھے۔ باغیوں اور ڈاکوؤں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جاتے تھے۔ اس لئے جرم بہت کم تھا۔ سرکاری ملازموں کی معقول تنخواہیں مقرر تھیں۔ وہ رعایا کو تکلیف نہیں دے سکتے تھے۔ مذہبی معاملات میں رعایا کو پوری پوری آزادی حاصل تھی۔ راجہ ہندو مذہب کا معتقد تھا۔ اور سنسکرت زبان کا

دلدادہ تھا۔ اس کے دربار میں بہت سے عالم اور پنڈت رہا کرتے تھے۔ ان میں ۹ اشخاص افضل تھے۔ یہ لوگ نورتن کہلاتے تھے۔ ان میں سے کالیداس کا درجہ سب سے اونچا تھا۔ انہوں نے رگھو ونش، شکنتلا میگھ دوت، کمار شمبھو وغیرہ پُستکیں تصنیف کی تھیں، جو آج تک رائج ہیں۔ امر سنگھ کی تصنیف کردہ کتاب "امر کوش" اب تک سنسکرت میں مشہور ہے۔ دھنونتر نامی وئید بھی انہی نورتنوں میں سے تھے۔ ورُرچی نے پراکرت زبان میں قواعد تیار کی تھی۔ وراہ مِہر بڑے مشہور جیوتشی تھے۔

چندر گپت بکرماجیت نے تقریباً ۴۰ سال امن و امان کے ساتھ حکومت کی۔ اس کی جرأت اور بہادری کے قصے اب تک ہندوستان میں مشہور ہیں۔

ہندو تہذیب کی حالت

مہاراج اشوک کے زمانہ سے لے کر تقریباً چار سو سال تک شمالی ہندوستان میں بُدھ مذہب کا دور دورہ رہا۔ مگر گپت خاندان کے زمانہ میں بُدھ مذہب کا تنزل شروع ہو گیا۔ براہمنوں کی عزت افزائی ہونے لگی۔ ہندو رسم و رواج اور سنسکرت زبان کی بڑی ترقی ہوئی۔ بہت سے شوالے اور مندر بن گئے۔ راجہ خود مہادیو کی پوجا کرتا تھا۔ لیکن وہ بُدھ مذہب والوں کے ساتھ بھی مہربانی سے پیش آتا تھا۔ علم ریاضی اور علم نجوم نیز پُران اور سمرتی وغیرہ اپنی موجودہ حالت میں اسی زمانہ میں لکھی گئیں۔ اس راج میں بڑے بڑے عقلمند کاریگر اور دستکار موجود تھے۔ ہندوستان کی تواریخ میں یہ سنہری زمانہ شمار کیا جاتا ہے۔

نشہ بندی

(پردھان منتری شری مرارجی ڈیسائی کا نشہ بندی کونسل سے خطاب)

ملک میں نشہ بندی چار برسوں میں لاگو ہو جانی چاہیئے۔ زیادہ عرصہ لگا تو اس کا اثر ختم ہو جائے گا۔ شراب سے حاصل کردہ آمدن سے سماج کا بھلا نہیں ہو سکتا۔ میں شراب کے پرمٹ سسٹم کے خلاف ہوں۔

نشہ بندی لاگو کرنے میں ریونیو کا سوال نہیں آنا چاہیئے۔ جیسے ڈکیتی سے پیسے اکٹھے کر کے کوئی ہسپتال بنانے کی بات نہیں سوچ سکتا۔ شراب پینے کی بُرائی جب تک پوری طرح ختم نہیں ہو جاتی۔ تب تک ملک میں کلچرل وراثت کی کسوٹی پر کھرا نہیں اُترے گا۔ سماجک اور اقتصادی حالت میں اُس وقت تک بہتری نہیں آ سکتی۔ جب تک شراب پینے پر روک خاص طور پر غریب طبقہ کے لئے نہ لگا دی جائے۔ انہوں نے کہا کہ نشہ بندی کا زور دار پرچار کیا جائے لیکن اس کا ٹھوس نتیجہ تب تک سامنے نہیں آ سکتا۔ جب تک کہ سرکار شراب فروخت کرنے کو قابلِ فخر سمجھے گی۔

(بشکریہ اخبار ہند سماچار مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۷۷)

جڑی بوٹی گیان

شری ساول شاہ

جس بات کا علم نہ ہو، اُسے غلط نہ سمجھو، ہو سکتا ہے کہ کئی باتیں ابھی تمہارے کان تک نہ پہنچی ہوں۔

قوّت زندگی کو بڑھاوا دینے والی عجیب بوٹی

بھارت مہان دیش ہے۔ جس میں پرکرتی ریتا کے سبھی موسم پورے طور پر اُترتے اور کئی طرح کی نباتاتی جڑی بوٹیاں اپنے حیران کُن خواص لئے پیدا ہوتی ہیں۔

بھارت شاستر کاروں اور رسائن آچاریوں نے پوری سوجھ بوجھ اور علم اور تجربہ کی بنا پر معدنیاتی، نباتاتی اور حیواناتی اشیا و اجسام کے نام، اُن کے طور و اطوار، خوبیوں و خصلتوں کے مطابق رکھے ہیں۔ ہر شے کا نام اپنے معنی خود بولتا ہے۔ میں اوم کے پریمیوں کی سیوا میں نباتاتی رسائن بوٹیوں کے احوال کا ذکر کرتا ہوں۔ جڑی بوٹیوں کے خواص مختلف ہیں۔ کئی بوٹیاں سوریہ دھارا اور کئی چندر دھارا کو اپنے اندر جذب کرتی ہیں، اور اسی قاعدہ سے اُن کے نام مقرر کئے گئے ہیں۔

انسانی جسم بھی دو حصوں میں منقسم ہے۔ دایاں حصہ نر اور بایاں مادہ کہلاتا ہے اور اسی طرح جسم کے بعض انگ نر اور بعض مادہ روپ ہوتے ہیں۔

جس حصہ جسم یا اعضاء میں خرابی ہو، اُسی دھارا کی اوشدھی دینے سے فائدہ ہوتا ہے۔

جو بوٹیاں دونوں طرح کی دھارائیں جذب کرتی ہیں۔ اُن میں سے ایک بوٹی "برہم بوٹی" ہے۔ یہ بوٹی اپنے نام سے ہی اپنے گنوں کا اظہار کر رہی ہے۔ اس کے لگاتار استعمال سے کھوئی ہوئی صحت، حافظے کی کمی اور کف پت اور وات کے بگاڑ سے پیدا ہونے والی لاتعداد بیماریاں کُلی طور پر نیست و نابود ہو جاتی ہیں۔ یہ برہم بوٹی ہمارے جسم میں سے زہریلے مواد فاسد کو باہر نکالنے اور قوّت زندگی کو بڑھاوا دے کر لمبی صحت مند زندگی دے سکنے کا گُن رکھتی ہے۔ آپ اس بوٹی کا استعمال برہمی گھرت بنا کر، سردائی میں ملا کر یا ہر روز دس پتے ہمراہ کالی مرچ استعمال کریں، اور کمزوریوں اور بیماریوں سے نجات پا کر پُر مسرت زندگی گزاریں۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں ——— مشہور چینی سیّاح ہیونگ سانگ کے ہندوستان آنے سے پہلے چین میں "کانگچی" نام کا بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ یہ بادشاہ بہت اُداس تھا۔ بوجہ عیاشی جلد ہی مختلف بیماریوں سے کمزور اور بڑھاپے کا شکار ہو گیا۔ اس نے اپنے ملک کے بڑے بڑے حکیموں سے علاج کرایا، مگر افاقہ نہ ہوا۔ کمزوری روز بروز بڑھتی گئی۔ تب ایک سیّاح نے اُسے بتایا۔ کہ بھارت دیش میں گنگا کے کنارے سے لینے

والی وادی میں ایک وید نارائن سوامی رہتا ہے جس کے پاس ایک حیرت انگیز بوٹی کا ٹوٹکہ ایسا ہے۔ جو مُردوں کو زندہ کردے۔ اگر آپ اُسے بُلا کر علاج کرائیں، تو یقیناً تندرست ہو سکتے ہیں۔

بادشاہ نے پوچھا کیا وہ ٹوٹکہ ہمیں بتا دے گا؟ نیز اُسے کیونکر ڈھونڈھا جا سکتا ہے؟

سیاح نے کہا۔ وہ نارائن سوامی اپنا بھید نہیں بتاتا۔ اُسے اگر یہاں لایا جائے تو علاج کر سکتا ہے۔ خود اُس کی اپنی عمر تین سو سال کے قریب ہے، اور پوری وادی میں لوگ اُسے زندگی والا سوامی کہہ کر پکارتے ہیں مشہور آدمی ہے۔ میں نے اُسے دیکھا ہے۔ اُس ٹوٹکہ کے استعمال سے اس نے بیماری، بڑھاپے اور موت کو جیت لیا ہے۔ اور ابھی تک اُس کا جسم پُرشباب اور جوان دکھائی دیتا ہے۔ یہ سن بادشاہ نے اپنے کرمچاریوں کا ایک گروپ بھارت روانہ کیا۔ لیکن وہ ناکام رہا۔ نارائن سوامی نے چین جانے سے انکار کر دیا۔ تب بادشاہ نے فوجی جاسوسوں اور عیاروں کا گروہ بھیجا۔ وہ لوگ کسی نہ کسی طرح سوامی کو اغوا کر کے چین لے گئے۔ بادشاہ نے نارائن سوامی سے جوہر حیات ٹوٹکہ جاننے اور اپنا علاج کروانے کے لئے کئی طرح سے منت و خوشامد کی۔ لالچ دیئے اور آخر میں جبر و تشدد بھی کیا لیکن نارائن سوامی نے ٹوٹکہ نہ بتایا۔ بادشاہ نے تنگ آکر اُسے قید کر دیا۔

کچھ عرصہ بعد بادشاہ کی موت ہو گئی اور اس کا لڑکا "چن تی" تخت پر بیٹھا۔ یہ بہت ہوشیار اور سمجھ دار تھا۔ اس نے نارائن سوامی کو جیل سے نکلوا کر بڑی عزت و احترام سے اپنے دربار میں خاص جگہ دی۔ اور درباری پروہت کا رتبہ دیا۔ ہر روز ہر طرح کے پیار بھرے سلوک اور قدر افزائی سے نارائن سوامی کا دل پسیج گیا۔ تب اس نے ایک دن "چن تی" کو اُس حیات بخش بوٹی اور طریقہ استعمال کا ٹوٹکہ بتا دیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ چن تی لمبی عمر تک تندرست و توانا رہ کر حکومت کرتا رہا، اور بالآخر تاج و تخت کے لالچی پوتوں کی سازش سے جو اس کی لمبی زندگی کا خاتمہ نہ ہوتا دیکھ کر مایوسی کا شکار ہو رہے تھے۔ مارا گیا۔

آپ جہاں بھی رہتے ہوں، جس عمر یا حالات میں رہ رہے ہوں۔ "بودھی بوٹی" کا استعمال روزانہ ضرور کریں۔ اور اس رسائن بوٹی کا لابھ اٹھاویں۔

یوم آزادی پر ہمارا عہد

دِلّی میں جنتا کا اپنا انتظامیہ جنتا کو اس پُرمسرّت موقع پر مُبارک باد دیتا ہے۔
اور اُن تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے جنتا کے چھینے گئے حقوق
اُنہیں پھر سے واپس دِلائے۔

- اِس موقع پر ہم دِلّی کے شہریوں کی زندگی کے ہر شعبے میں سُدھار لانے اور جنتا کے مفاد میں صاف سُتھرا، کارگر اور مقبول انتظامیہ دینے کے عہد کا اعادہ کرتے ہیں۔
- پالیسی بنانے میں ہر سطح پر جنتا کی صلاح اور تعاون لینے کا جو سلسلہ شروع کیا گیا ہے اُسے انتظامیہ اور فروغ دے گا۔
- انتظامیہ جنتا تک پہنچے، نہ کہ جنتا اُس کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ اِس سمت میں اور آگے قدم بڑھائے جا رہے ہیں۔ دیہی و پسماندہ علاقوں اور کمزور طبقوں کے لوگوں کی بہتری کے ذریعہ روزگار کے زیادہ مواقع تیزی سے پیدا کرنے کے منصوبے ہیں۔
- دِلّی کو زیادہ ادھیکار والا مربوط انتظامیہ دینے کی بھرپور کوششیں کی جا رہی ہیں۔ جب تک اِس پر عملی جامہ نہیں پہنایا جاتا، تب تک ہم اِس کے لئے پکّا ارادہ کئے ہوئے ہیں۔ ہم سبھی طبقوں اور انتظامی شعبوں کے تال میل سے چومکھی ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔

دِلّی کا شمار دُنیا کی بہترین راجدھانیوں میں ہو۔ اِس عظیم مقصد کی حصول کے لیے آیئے، ہم ساجھے دار بنیں۔

—— جاری کردہ ——

محکمہ اطلاعات و اشاعت دِلّی انتظامیہ دِلّی

ORDER No - 5/3/77—13416　DATED 12-8-77

سوتنترتا دِوس سندیش

اِس ورش سوتنترتا دِوس کا ایک وِشیش مہتو ہے۔ آپات کال کے بعد کا یہ پہلا راشٹریہ پرب ہے۔ اُنیس (۱۹) مہینوں کی اُس کرال راتری میں تمام دیش ایک بڑے جیل خانہ میں پروِرتت ہو گیا تھا۔ آزاد دیش میں جنتا غلام تھی۔ پرنتو بھارتیہ جنتا نے ایک بار پھر اِتہاس کا نیا سُنہری اَدھیائے اپنی وِیرتا، تُوک بلی دان اور تیاگ کے ذریعہ لکھا۔ اپنے سروسمپتن مالکوں سے جن کے پاس دمن کے نئے سے نئے اور برتر شستر تھے۔ اُس نے اپنے چھِنے اَدھیکار اور آزادی واپس لی۔ یہ بھارت میں سوتنترتا کا پُنرجنم کہا جا سکتا ہے۔ اِس لئے سوتنترتا کے نئے پرکاش میں جنتا پھر سے اپنا وِجے پرب منا رہی ہے۔

یہ ایک خاص آنند اُلّاس کا اَوسر ہے۔ ساتھ ہی یہ سنکلپ دِوس بھی ہے ہمیں ماترِی بھومی کی اکھنڈتا کی رکھشا کے لئے سروسو نیوچھاور کرنے کا اور بھارت ماں کے ماتھے پر سے "بھوک" کے کلنک کو مٹانے کا سنکلپ لینا ہے۔ پچھلے تیس (۳۰) ورشوں میں غریبی کی سیما ریکھا سے نیچے جیون وِتیت کر رہے بھوکے ننگے لوگوں کی سنکھیا میں نرنتر بردھی ہوتی رہی ہے۔ آج سب کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ اِس راشٹریہ کلنک کو دھونے کے لئے مِل جُل کر زوردار پریاس کریں۔

مَیں دِلّی کی جنتا کو اِس پاون راشٹریہ پرب پر اپنی ہاردِک وَدھائی دیتا ہُوں اور اُس کے سُکھ نے بھوِشیہ کی کامنا کرتا ہُوں۔

کیدار ناتھ ساہنی

مُکھیہ کاریہ کاری پارشد

دِلّی پرشاسن۔ دِلّی

نیتی شاستر

- اس پتر کے اُتپن ہونے سے کیا لابھ جو نہ وِدوان ہی ہے اور نہ دھارمک ہی ہے۔ کیونکہ کانی آنکھ سے کوئی لابھ نہیں ہوتا۔ وہ تو کیول دُکھ دینے کے لئے ہی ہوتی ہے۔
- نالائق پتر کا پیدا نہ ہونا، پیدا ہو کر مر جانا بھی اچھا ہے۔ کیونکہ مر جانے سے تو ایک ہی بار دُکھ ہوگا۔ لیکن بد اخلاق پتر سے تو ہر وقت ہی دُکھ بڑھتا رہے گا۔ اس لئے دانا لوگ ویبھی چاری (بداخلاق) مانس اور شراب کا سیون کرنے والے، بُری سنگت میں رہنے والے، پتر کے مر جانے پر افسوس نہیں کرتے۔
- اچھے کل میں اُتپن، سُندر، جوان منش بھی وِدیا ہین سے نرگندھ ڈھاک (پلاش) کے پھول کے سمان شوبھا نہیں پاتے۔
- بُدھی مان منشوں کا سمے کاویہ شاستر کے وچار میں گزرتا ہے۔ لیکن مورکھوں کا سمے بُرے کام، نیند اور جھگڑوں میں وِتیت ہوتا ہے۔
- شریر ناشوان ہے۔ سمپتی (دھن دولت) بھی اپتی (مصیبتوں) کا گھر ہے اور متروں کا ملاپ کبھی ویر پا نہیں رہتا۔ پیدا ہوئے ہوئے سب پدارتھ ناشوان ہیں۔
- سنسار میں صرف پانچ ہی سُکھ ہیں:- (۱) دھن پراپتی۔ (۲) نتیہ اروگتا (تندرستی)۔ (۳) میٹھا بولنے والی اور پتی برتا استری۔ (۴) آگیا کاری پتر۔ (۵) دھن دینے والی وِدیا۔
- شترو (دشمن) کون ہیں؟:- قرض چڑھانے والا پتا، ویبھچارنی استری اور مورکھ پتر۔
- اُسی کا جنم لینا سپھل ہے جس کے جنم سے اپنے وَنش کی اُنتی ہوتی ہے۔ ورنہ اس تبدیلی پذیر سنسار میں کون جیتا مرتا نہیں ہے۔
- بھوجن، نیند، بھے اور میتھن۔ یہ چار باتیں تو منش اور پشو میں سمان ہی ہیں۔ منش میں کیول دھرم ہی ادھک ہے۔ اس لئے دھرم ہین منش پشو کے سمان ہے۔
- دھرم ارتھ، کام اور موکش۔ ان چاروں میں سے جس کے پاس ایک بھی نہیں ہے۔ اُس منش کا جنم ویسے ہی ویرتھ (فضول) ہے۔ جیسے بکری کے گلے میں تھن۔
- دھرم ہی کیول ایک ایسا متر ہے۔ جو مرنے پر بھی ساتھ دیتا ہے۔ دیگر سب پدارتھ (دھن وغیرہ) تو شریر کے ساتھ ہی نشٹ ہو جاتے ہیں۔

—— (باقی پھر) ——

رسالہ اُوم دِلّی

کا

دھرم پرچار پرکاشن

"اُوم" پریمیوں کی سہایتا سے "دھرم پرچار پرکاشن" کے انترگت گذشتہ پانچسال کے دوران ہم رسالہ اُوم کے سالانہ خریداران کی سیوا میں لگ بھگ بیس ہزار دھارمک پُستکیں مفت یا خاص رعایتی قیمت بھینٹ کر چکے ہیں۔ ان دِنوں بننے والے نئے سالانہ خریداروں کو ہم جو کُتب مفت یا خاص رعایتی قیمت پر بھینٹ کر رہے ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔

والمیکی رامائن (اُردو حصّہ اوّل) قیمت دس روپے ——— مفت

شریمد بھگوت گیتا (اُردو) سنکھشپت (پاکٹ سائز) ——— مفت

شنکا سما دھان (اُردو نیا ایڈیشن 20x30/8 رسالہ سائز) قیمت -/16 روپے
خاص رعایتی قیمت -/8 روپے
علاوہ ڈاک خرچ -/2 روپے

سالنامہ یوگ انک سنہ 1976ء قیمت -/10 روپے خاص رعایتی قیمت صرف -/5 روپے
علاوہ ڈاک خرچ -/2 روپے

سالنامہ بھگتی انک سنہ 1977ء قیمت -/10 روپے، خاص رعایتی قیمت صرف -/5 روپے
علاوہ ڈاک خرچ -/2 روپے

والمیکی رامائن (اُردو) حصّہ دوئم اور سوئم قیمت -/22 روپے، خاص رعایتی قیمت صرف -/12 روپے
علاوہ ڈاک خرچ -/3 روپے

ضروری نوٹ:۔ یہ رعایتی قیمتیں صرف رسالہ "اوم" کے سالانہ خریداروں کے لئے ہیں۔

"مینجر"

سچّا انسان

کوی کرشن چندر سروی

دُنیا میں سچے دِل سے جو انسان بن گیا
مانو وہ دیوتا ہے بھگوان بن گیا

قوم و وطن پہ آدمی جو ہو گیا شہید
پرماتما کے گھر کا وہ مہمان بن گیا

دُنیا کی خواہشات جو دِل سے تیاگ دے
وہ ہی رِشی ہے سنت وہ وِدوان بن گیا

دِینوں کی سیوا کرتا جو نِشکام بھاو سے
دُکھیوں کے دردِ دِل کی وہ درمان بن گیا

جو خواہ مخواہ کسی کو ستاتا ہے بے وجہ
وہ آدمی نہیں ہے شیطان بن گیا

سادھو کا بھیس کر کے جو نیکوں کو لُوٹ لے
سادھو نہیں فقیر وہ بے ایمان بن گیا

جو مایا موہ کے بندھنوں سے رہتا دُور دُور
دُنیا میں نیکیوں کا وُہ پرمان بن گیا

بدیوں کے کانٹے جب وطن سے دُور ہو گئے
اُجڑا چمن سروی وہ گلستان بن گیا

SEPTEMBER 1977 Regd. No. of the Newspaper R.N.660/57

Monthly 'OM' Delhi

Vol.44 P.O. Regd.No.D(D)-68



'OM' DELHI

DECEMBER-1976

Price Rs. 3-00